اللہ رے یہ وسعتِ آثارِ مدینہ
عالم میں ہیں پھیلے ہوئے انوارِ مدینہ
نفیسؔ

جامعہ مدنیہ جدید کا ترجمان

علمی دینی اور اصلاحی مجلہ

انوارِ مدینہ لاہور

نفیس

بیاد
عالمِ ربانی محدثِ کبیر حضرة مولانا سید حامد میاں رحمہ اللہ
بانی جامعہ مدنیہ جدید

جلد نمبر ۱۱
سنہ 2003ء

ماھنامہ

انوار مدینہ

جلد : ۱۱ شعبان المعظم ۱۴۲۴ھ۔اکتوبر ۲۰۰۳ء شمارہ : ۱۰

مدیر اعلیٰ

سیّد محمود میاں

مہتمم جامعہ مدنیہ (جدید) رائیونڈ روڈ لاہور

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ ۱۳ روپے		سالانہ ۱۵۰ روپے
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، دبئی	"	۵۰ ریال
بھارت، بنگلہ دیش	"	۶ امریکی ڈالر
امریکہ، افریقہ	"	۱۶ ڈالر
برطانیہ	"	۲۰ ڈالر

○ اس دائرے میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ ماہ ــــــ سے آپ کی مدتِ خریداری ختم ہوگئی ہے، آئندہ رسالہ جاری رکھنے کے لیے مبلغ ــــــ ارسال فرمائیں۔

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے

دفتر ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور

پوسٹ کوڈ : 54000 موبائل : 0333.4249301

فون : 7724581 فون / فیکس : 92-42-7726702

E-mail : jmj786_56@hotmail.com

سیّد رشید میاں طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر

دفتر ماہنامہ ''انوار مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرف آغاز ———— ۳
درس حدیث ———— حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ ———— ۵
حضرت حاجی سید محمد عابد صاحبؒ ۔ حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ ———— ۱۰
شب براءت...فضائل ومسائل ——— حضرت مولانا نعیم الدین صاحب ———— ۱۹
دُعائے مشائخ در شب براءت ———— ۲۴
آپ کے دینی مسائل ———— ۲۶
جامعہ مدنیہ جدید کے تعلیمی حالات ——— حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب ———— ۳۰
تقریب سنگِ بنیاد ———— ۳۲
نوابزادہ نصر اللہ خان کا سانحۂ ارتحال ۔ حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب ———— ۳۳
حضرت حسن بصریؒ اور حضرت علیؓ الخ ۔ جناب ڈاکٹر محمد مظہر بقاء صاحب ———— ۳۴
ایک اہم اعلان ———— ۴۷
فہم حدیث ———— حضرت مفتی ڈاکٹر عبد الواحد صاحب ———— ۴۹
حاصل مطالعہ ———— حضرت مولانا نعیم الدین صاحب ———— ۵۵
تنقید و تقریظ ———— ۶۰

☆☆☆

''معذرت اور وضاحت''

گزشتہ ماہ کے شمارہ میں حضرت مولانا فخر الدین صاحب دہلوی کے تحریر فرمودہ ''رسالہ فخر الحسن'' کے دیباچہ کی پہلی قسط شائع کی گئی تھی جس کا عنوان تھا ''حسنِ بصریؒ اور حضرت علیؓ کے ساتھ ان کا اتصال'' رسالہ کی فہرست میں بھی یہی عنوان ہونا چاہیے تھا مگر غلطی سے فہرست میں ''رسالہ فخر الحسن'' لکھ دیا گیا اور متعلقہ صفحہ پر اس کا عنوان، جس سے بعض قارئین کو مغالطہ ہوا کہ فہرست اور متعلقہ صفحہ پر درج عنوانات الگ الگ مضامین کے ہیں حالانکہ یہ ایک ہی مضمون ہے جس کے غلطی سے دو عنوانات لکھ دیے گئے ۔ اس وضاحت کے ساتھ ادارہ قارئین سے پیش آمدہ اُلجھن کی معذرت چاہتا ہے، موجودہ شمارہ میں اِس غلطی کا ازالہ کر دیا گیا ہے۔ (ادارہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد!

پاکستان مسلم لیگ (ن) کے صدر اور سابق وزیرِ اعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف نے نیویارک امریکہ میں مقامی پی پی کی جانب سے اپنے اعزاز میں استقبالیہ تقریب سے طویل خطاب میں جو باتیں کہیں ہیں ان کے کچھ اقتباسات ملاحظہ فرمائیں :

> ''اعتراف کرتا ہوں ماضی میں مسلم لیگ اور پیپلز پارٹی فوج کے ہاتھوں استعمال ہوئیں، ہم جی ایچ کیو کے غلام بن چکے تھے، انہوں نے ہمیں لڑا لڑا کر اپنا اُلو سیدھا کیا، جمہوریت پر وار کیا، سیاستدانوں کو بدنام کر کے خود کو مسیحا بنا کر پیش کیا۔ نواز شریف بے نظیر سے صلح چاہتے تھے۔ غلام اسحاق نے ماحول سبوتاژ کیا، میں بھی ان کے ساتھ ساتھ تھا۔ ۷۱ء میں ملک سیاستدانوں نے نہیں ایک شرابی جرنیل نے توڑا، اکتوبر ۹۹ء کے بعد جرنیلوں افسروں اور سیاستدانوں نے ۲۷ ارب کے قرضے معاف کرائے............(روزنامہ نوائے وقت ۱۵؍ ستمبر)

ملک میں غیر مذہبی دو ہی بڑی سیاسی جماعتیں ہیں ''مسلم لیگ'' اور ''پی پی پی'' جن کا الگ الگ یہ دعوی بھی ہے کہ وہی ملک وقوم کی نجات دہندہ ہیں، مختلف اوقات میں ہونے والے اب تک کے انتخابات میں عوام ان کے جھوٹے وعدوں کو جھوٹ جاننے کے باوجود ووٹ دیتے رہے ہیں عوام کے اپنے ہی ساتھ کیے جانے والے اسی مذاق نے بے رحم سیاستدانوں کو مزید دلیر کر دیا۔ شہباز شریف کا مذکورہ بالا بیان بھی سیاستدانوں کی اسی قسم کی دلیری کا حصہ معلوم ہوتا ہے جو

پاکستان بالخصوص پنجاب اور سندھ کے عوام کے ساتھ روا رکھی جاتی رہی ہے اگرچہ اس بیان میں حقیقت کا اعتراف تو ہے مگر پنجاب اور سندھ کے سیاسی طور پر بے شعور عوام سے اس روشن حقیقت کے باوجود بھی تاحال اچھی توقعات وابستہ کرنا مشکل ہے۔ ملک کی وفادار اور بے لوث مذہبی جماعتیں بدعنوان سیاستدانوں اور فوجی حکمرانوں کے بارے میں قوم کو مسلسل آگاہ کرتی رہتی ہیں مگر ان کی باتوں پر کان نہیں دھرا جاتا عوام کے شعور کی اس پستی نے ان بدعنوانوں کو مزید جرأت دی اور اب وہ اعتراف گناہ کا لبادہ اوڑھ کر قوم کے ساتھ کوئی نیا کھیل کھیلنے کی تیاری کر رہے ہیں۔

شہباز شریف کے مذکورہ بیان سے ان کی اور ان جیسے تمام سیاستدانوں کی نااہلی مزید واضح ہو جاتی ہے اپنے ذاتی مفادات اور جھگڑوں پر ملکی مفادات کو قربان کر دینا ان بے دردوں کی سرشت کا حصہ ہے ان کو مزید مہلت دینا قوم کی تباہی کا سامان ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ملک کی حفاظت فرمائے اور قوم کو فکرِ سلیم کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

جامعہ مدنیہ جدید کا ای میل ایڈریس

jmj786_56@hotmail.com

مولای صل وسلم دائما ابدا علی حبیبک خیر الخلق کلھم

درس حدیث

حضرت اقدس پیرو مرشد مولانا سید حامد میاں صاحب رحمہ اللہ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ انتظام ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدسؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے اللہ تعالی حضرت اقدسؒ کے اس فیض کو تا قیامت جاری و مقبول فرمائے۔(آمین)

رسول اللہ ﷺ کی خاندانی عظمت کے سب قائل تھے

کمزوروں کی حلقہ نشینی انبیاء کرام علیہم السلام کی سچائی کی علامت

سردارانِ قریش کی ہدایت میں رُکاوٹ کی ایک سیاسی وجہ

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا احساسِ زیاں

تخریج و تزئین : مولانا سیّد محمود میاں صاحب

کیسٹ نمبر ۱۴ سائیڈ اے/ ۸۴-۱۲-۷

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین اما بعد!

حضرت آقائے نامدار ﷺ نے کچھ حضرات کی تعریف فرمائی کہ میں نے اِن کو جنت میں دیکھا ہے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی فرمایا کہ میں نے ان کی آواز محسوس کی جیسے کپڑوں کے ہلنے سے آواز پیدا ہوتی ہے یا پاؤں کے چلنے کی آواز ہوتی ہے وہ میں نے محسوس کی اپنے آگے تو وہ بلالؓ تھے۔اب حضرت بلال رضی اللہ عنہ جو ایک غلام تھے جن کا آقا اُن کے اسلام لانے پر اُن کی سرزنش کیا کرتا تھا اُن کو ستاتا تھا تکلیفیں دیتا تھا اُن کے بارے میں اتنی بڑی فضیلت جناب رسول اللہ ﷺ نے بتلائی اور اس میں یہ بھی سبق ہے کہ اسلام نے مساوات بتائی ہے کہ سب برابر ہیں سب بنوآدم ہیں کلکم بنو آدم و آدم من تراب سب کے سب بنی آدم ہیں، آدم علیہ السلام مٹی سے بنے ہوئے تھے تو یہ فرق کرنا کہ فلاں سفید ہے فلاں کالا ہے اور فلاں غریب ہے فلاں مال دار ہے فلاں نسب کا بلند ہے دوسرا نسب کا گھٹیا ہے خاندانی طور پر معاملات میں اسلام نے یہ فرق نہیں بتلایا۔صرف چند چیزوں میں اِس کی رعایت کرنی پڑتی ہے مصالح کی وجہ سے مثلاً رشتہ داریاں ہیں اُن میں اس کی رعایت بتائی گئی ہے کیونکہ اس میں اگر رہن سہن ایک سا نہ ہو تو خانگی تعلقات پر اثر پڑتا ہے۔رہن سہن ایک جیسا ہو تو پھر تعلقات ٹھیک رہتے ہیں اور خاندانوں کا رہن سہن دوسرے خاندانوں سے

مختلف، علاقے والوں کا رہن سہن دوسرے علاقے والوں سے مختلف، یہ ہوتا ہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ یہ وہی ہیں جو فاتح قادسیہ ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے یہ رشتے میں ماموں لگتے تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہم چھ آدمی تھے گویا جس وقت کی یہ بات بتا رہے ہیں اُس وقت تک (صرف) چھ آدمی مسلمان ہوئے تھے تو یہ مشرکین آئے جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس۔ اب رسول اللہ ﷺ کا اپنا خاندان تو بہت بڑا تھا۔ اُس خاندان کی عظمت تو سب مانتے تھے کوئی انکار نہیں کرتا تھا اس کے بارے میں کسی کو کلام نہیں تھا۔

سردارانِ قریش کا مطالبہ :

لیکن دوسرے لوگ جو جمع ہو گئے آپ کے گرد جنہوں نے آپ کی دعوت قبول کی اسلام قبول کیا وہ اُن (مشرکین کے سرداروں) کو گوارا نہیں ہوتے تھے۔ مثلاً ایک بات یہ بھی پیش آئی شروع شروع میں کہ وہاں پر (آپ کی خدمت میں) مشرکین آگئے اور اُنہوں نے کہا **اُطرد ھؤلاء لا یجترؤن علینا** اِن لوگوں کو اپنے پاس سے ہٹا دو ایسا نہ ہو کہ یہ ہمارے اُوپر پھر جری ہو جائیں۔ تو یہ ہوتا ہے کہ جو لوگ چھوٹے درجے کے ہوتے ہیں ان میں ہمت و جرأت کم ہوتی ہے اُن کی ضروریات مجبور کرتی ہیں کہ وہ ملازم بھی رہیں اور اس حال میں بھی رہیں جس حال میں وہ ہیں تو اُنہوں نے (یعنی سرداروں نے) کہا کہ ہم اگر ان کے ساتھ ملے، بیٹھے، تو پھر یہ ہوگا کہ یہ اپنے آپ کو ہمارے برابر کا سمجھنے لگیں گے یہ نہ ہونا چاہیے اس لیے انھیں ذرا ہٹایئے اپنے آس پاس سے، گویا آپ اگر ایسا کریں گے تو ہم اسلام قبول کرلیں گے ایک طرح سے اُنہوں نے یہ بات رکھی۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (اُن چھ مسلمانوں میں) ایک میں تھا ایک حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ تھے ایک شخص تھے (قبیلہ) ھُذیل کے اور ایک حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت سعدؓ فرماتے ہیں دو اور آدمی تھے جن کا نام میں نہیں لے رہا۔

مطالبہ پر غور :

تو جناب رسول اللہ ﷺ کے قلبِ مبارک میں یہ بات آئی کہ اگر میں ایسا کرلوں تو ہو سکتا ہے کہ یہ لوگ ہدایت قبول کرلیں رسول اللہ ﷺ کی بات سے ایک ہلچل تو پورے علاقہ میں مچی ہوئی تھی اِن لوگوں نے جب یہ بات کہی تو ذہن مبارک میں کچھ ایسی بات آئی کہ اگر ایسے کرلیا جائے اور اِن کی بات میں مان لوں اور یہ مسلمان ہو جائیں تو اسلام بہت جلدی سے تقویت پکڑ جائے گا پھیل جائے گا تو تھے یہی حضرات۔ جن کو حضرت سعدؓ فرماتے ہیں کہ دو آدمی اور تھے اُن میں ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ، حضرت خباب ابن ارت رضی اللہ عنہ، یہ حضرات ضعفاء تھے کمزور تھے اِنھیں ستایا جا سکتا تھا۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی والدہ کو ابوجہل نے شہید ہی کر دیا نیزہ مار کر بہت ذلیل کر کے۔ حضرت

خباب رضی اللہ عنہ کو انگاروں پر لٹا دیا حتی کہ اُن کی کمر کی کھال جل گئی اور چربی نکل آئی تو اِن حضرات کو وہ مشرکین کہتے ہیں کہ اِنہیں ذرا پیچھے کردیں ذرا ثانوی درجہ دیدیں اِنھیں، تو پھر یہ ہوگا کہ ہم اسلام میں داخل ہو جائیں گے تو رسول اللہ ﷺ اس پر ذرا غور فرمانے لگے فحدّث نفسہ اپنے دل میں سوچتے رہے۔

اللہ کی طرف سے مطالبہ مسترد کر دیا گیا :

فانزل اللّٰہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اُتاری ولا تطرد الذین یدعون ربھم بالغدات والعشی یریدون وجہ ایسے لوگوں کو اپنے پاس سے مت جھڑکو مت ہٹاؤ کہ جو اللہ تعالیٰ کو صبح اور شام یاد کرتے ہیں ایمان کے سچے ہیں اللہ کی نظر میں وہی اچھے ہیں وہی عزیز ہیں، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے جو غور شروع کیا تھا اُسے ترک کر دیا پھر اُس پر آپ نے غور نہیں فرمایا نہ اُس طرح عمل کیا آپ نے۔

آپ کے گرد ضعفاء ہوا کرتے تھے :

تو آقائے نامدار ﷺ کے گرد جو لوگ تھے وہ ضعفاء تھے۔ یہ ہرقل جو بادشاہ تھا (رُوم کا) اس کے پاس جب آپ نے ۶ھ میں (اسلام میں داخل ہونے کے لیے) والہ نامہ بھیجا ہے چھ سال یہ ہوئے اور تیرہ سال وہ ہوئے گویا نبوت کے ۱۹سال بعد آپ نے والہ نامہ بھیجا ہے اور ہرقل کے پاس جب وہ پہنچا ہے تو اس نے ابوسفیان کو جو وہاں (شام) گئے ہوئے تھے تجارتی قافلہ لے کر بلوایا اور اُن سے پوچھا کہ یہ بتاؤ کہ اشراف الناس اتبعوہ ام ضعفاء ھم بڑے بڑے لوگ اُن کے پیروکار ہیں یا کمزور ضعفاء پیروکار ہیں تو اِنہوں نے جواب دیا کہ بل ضعفاء ھم جو کمزور لوگ ہیں وہ پیروکار ہیں۔

ایک سیاسی وجہ جو ہدایت میں رُکاوٹ بن گئی :

اگر غور کیا جائے تو مکہ مکرمہ میں اسلام جو نہیں پھیل سکا تو اُس کی ایک وجہ واضح جو ہے سیاسی بھی تھی کہ وہ اتنے بڑے بڑے لوگ تھے کہ پورے عرب میں اُن کا احترام کیا جاتا تھا اُن کی بات چلتی تھی وہ گویا عرب کا دارالخلافہ جیسا تھا اگرچہ وہاں کوئی ایک بادشاہ تو نہیں تھا لیکن جو وہ طے کر لیتے تھے وہ سب مانتے تھے۔ قریش کی بات چلتی تھی اور قریش میں چیدہ چیدہ لوگ تھے وہ جو طے کرلیں وہ سب کے لیے ہو جاتا تھا تو مقام کی بزرگی عظمت، خاندان کی بڑائی دونوں چیزیں اُنھیں حاصل تھیں اور کئی سردار تھے وہ یہ نہیں گوارا کر سکتے تھے کہ چھوٹے لوگ ہمارے برابر آ کر بیٹھ جائیں۔

پیغامِ مساوات :

اور اسلام نے ہی پیغام دیا ہے مساوات کا، نماز میں جب کھڑے ہوتے ہیں اگر بادشاہ کھڑا ہے تو اُس کے

برابر اُس کا چوکیدار کھڑا ہو سکتا ہے چپڑاسی کھڑا ہو سکتا ہے اور عرب میں تو بھنگی ہوتے نہیں لیکن جو بھنگیوں کا کام کرتے ہیں مُسلمان وہ بھی کھڑے ہو سکتے ہیں بادشاہ کے ساتھ، تو مساوات کا ایک عملی نمونہ تو نماز ہے جو روزانہ ہوتی ہے اُس سے انسان کا ذہن نیچے آجاتا ہے چٹائی پر پڑھتے ہیں کوئی کپڑا اپنے آپ لے جاتے ہیں اُس پر پڑھتے ہیں کہیں قالین ہے کہیں کچھ ہے اکثر جگہ چٹائی ہی ہے تو آخر آدمی پر اثر تو پڑتا ہے ان تمام چیزوں کا، پھر میل جول ہوتا ہے حالت دیکھنے میں آتی ہے ہمدردی پیدا ہوتی ہے غریبوں کی خدمت اور کام کرنے کا موقعہ ملتا ہے تو سرور کائنات علیہ الصلٰوۃ والسلام کے لیے رُکاوٹ کی بہت بڑی وجہ یہ بھی بن گئی کہ آپ کے ماننے والے پیروکار وہ ضعفاء تھے۔

سچے نبی کی نشانی :

ہرقل نے (ابوسفیان کا) یہ (جواب) سن کر کہا کہ انبیاء کرام کے ماننے والے ہمیشہ ہی ضعفاء ہوا کرتے ہیں اور یہ اُن کے سچے نبی ہونے کی نشانی ہے اور صحیح بات بھی یہی ہے ضعفاء بات مان بھی لیتے ہیں۔

تجربہ اور مشاہدہ کی بات :

ایک اور بات جو تجربہ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ کوئی آدمی بھی اگر کامیاب ہو جائے تو وہ پھر دوسرے کی بات سُنتا نہیں۔ کوئی تجارت میں کامیاب ہے بہت بڑا تاجر بن گیا ہے فیکٹریاں بنالی ہیں وہ نہیں سُنے گا کسی کی بات، وہ سمجھتا ہے کہ میں سب سے بڑا عقل مند ہوں میں جو سمجھ رہا ہوں جو میں کہہ رہا ہوں وہی ہے صحیح چیز دوسری نہیں ہو سکتی، کوئی بہت بڑا افسر بن گیا ہے ترقی کر کے وہ بھی یہی کہتا ہے۔ کسی بھی فن میں کوئی بڑا آدمی ہو گیا ہے کسی بھی قسم کا کوئی فن ہو اُس میں جو اُوپر چلا گیا بہت، وہ پھر سمجھتا ہے میں جو سمجھ رہا ہوں وہی ہے اور دوسرا کوئی اُس کو نہیں پہنچ سکتا تو وہ نہیں سنتے بات، اور جو سردار ہو گئے وہ تو ویسے ہی بدمست ہو جاتے ہیں۔ اُن کو تو سرداری کا عجیب قسم کا نشہ ہو جاتا ہے وہ حکومت جیسا نشہ ہے یہ تو پھر سُنتا ہی نہیں یہ تو صرف اپنی تعریف سُننی چاہتا ہے دوسری بات گوارا نہیں ہوتی اس کو، تو یہ لوگ مانا بھی نہیں کرتے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ نہیں یہ نہ کرنا یہ جو مان رہے ہیں بات اور آرہے ہیں ان کو ہٹا دو اپنے پاس سے، یہ نہ کرنا اس کی ضرورت نہیں، تو بعض سردار جو اسلام میں داخل ہوئے ہیں تو بڑے عرصہ بعد انھوں نے مانا ہے اور اسلام کو اس وقت قبول کیا کہ جب اسلام بہت اُوپر جا چکا تھا اور یہ سردار بہت نیچے رہ گئے تھے تب اُنھوں نے (مکہ مکرمہ والوں نے) اسلام کو قبول کیا ہے ورنہ قبول کرنے پر ہی نہیں آرہے تھے تیرہ سال کی محنت میں سرداروں میں سے جو خاص خاص سردار تھے ابولہب تھا ابوجہل تھا اُمیّہ تھا اور دوسرے تھے یہ سارے کے سارے اسی طرح (کافر) رہے ہیں۔ بڑے عرصہ اسلام ہی قبول نہیں کیا ہاں فتح مکہ کے بعد یا مارے گئے ہیں یا بچ گئے ہیں تو انہوں نے بھی فتح مکہ کے بعد اسلام قبول کیا ہے۔

حضرت ابوسفیانؓ کا اسلام :

اور ابوسفیانؓ بیان دیتے ہیں صاف صاف سیدھا سیدھا وہ کہتے ہیں حتی اُدخل علیّ الاسلام وانا کارۃ اللہ نے اسلام میرے اُوپر داخل کر ہی دیا اور میں ناپسند کرتا تھا طبیعت نہیں مان رہی تھی بس حالات ایسے ہوگئے کہ اُس کے سوا چارہ کار کوئی نہیں رہا تھا کہ میں اسلام قبول کرلوں تو اس طرح آخر میں آکر یہ مسلمان ہوئے تو حق تعالیٰ نے جناب رسول اللہ ﷺ کو یہی حکم فرمایا کہ یہ جو غربا ہیں اِن کو ساتھ رکھو اور ان کا ایمان سچا ایمان ہے اور اللہ کے ہاں قیمت اِن کی زیادہ ہے درجہ اللہ کے ہاں اِن کا زیادہ ہے۔

حضرت عمرؓ کی نظر میں حضرت بلالؓ کا درجہ :

تو آپ نے سُنا ہوگا حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو کہتے تھے ''سیّدنا'' یہ ہمارے آقا ہیں بہت بڑا جملہ وہ استعمال کرتے تھے۔ مذاق نہیں اُڑاتے تھے سچ مچ کہتے تھے کیونکہ بلالؓ اسلام لانے میں متقدم تھے تکلیفیں اُٹھائیں اِنھوں نے، اسلام سے وہ نہیں ہٹے، مضبوط رہے تو لوگوں کے ذہنوں میں اِن کی یہ عظمت تھی۔

ایک اور واقعہ :

ابوسفیان رضی اللہ عنہ آئے ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ملنے کے لیے تو حضرت عمرؓ نے انھیں کہا کہ ٹھہرو ابھی بُلاؤں گا، کسی کام میں مصروف تھے یا ملاقاتوں میں مصروف تھے، نمبروار بُلا رہے تھے جو بھی صورت تھی بہرحال انھیں بٹھا دیا یہ بیٹھے رہے اِن کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ وغیرہ آگئے اِنھوں نے اندر کہلایا اطلاع دلائی تو انھیں فوراً بُلا لیا تو بڑا فرق ہے دونوں حضرات میں۔

احساسِ زیاں :

اِنھیں بڑا احساس ہوا اِس کا لیکن ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ غلطی ہماری ہے ہم اگر اسلام پہلے لاتے تو ہم اُس درجہ میں ہوتے ہم اسلام بعد میں لائیں ہیں لہٰذا ہمیں یہ درجہ ملا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کو جو اُس کی اطاعت کریں جو اس کے سامنے جھکیں جو اُس کے نبی کی بات مانیں اُن کا ہی درجہ سب سے بڑا بتلایا ہے ان اکرمکم عنداللّٰہ اتقاکم تم میں جو تقوی والا زیادہ ہے وہ اللہ کے ہاں زیادہ مکرم ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان کا ساتھ نصیب فرمائے۔ آمین۔ اختتامی دُعاء........

☆☆☆

سلسلہ نمبر۴ قسط نمبر۱

''الحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائے ونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تا حال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر ان کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تا کہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (ادارہ)

﴿ نظر ثانی و عنوانات : مولانا سیّد محمود میاں صاحب ﴾

بانئ دار العلوم دیوبند

حضرت سیّد حاجی محمد عابد حسین رحمۃ اللہ علیہ

نسب :

سیّد محمد عابد ابن سیّد عاشق علی ابن سیّد قلندر بخش ابن سیّد جان عالم ابن سیّد محمد عالم ابن سیّد محمد جمیل ابن سیّد محمد اسماعیل ابن حضرت حاجی سید محمد ابراہیم رحمہم اللہ۔ سیّد محمد ابراہیم سے اوپر کا شجرہ نسب دوسرے مضمون میں دیا چکا ہے۔ (شاید اس سے مراد تذکرہ ساداتِ رضویہ ہو)۔

تذکرۃ العابدین [1] میں ہے کہ سات سال کی عمر میں قرآن پاک پڑھا پھر فارسی زبان پڑھنی شروع کی۔ بارہ سال کی عمر تھی کہ اس عرصہ میں مولانا ولایت علی صاحب [2] دیوبند تشریف لائے۔ حاجی صاحب نے ان سے بیعت کی، نماز پنجگانہ اور تہجد کا اُسی روز سے شوق ہوا کہ کبھی قضا نہ ہونے پائی۔ جب مولوی ولایت علی سہارنپور گئے آپ بھی ان کے ہمراہ

---

[1] تذکرۃ العابدین مصنفہ مولانا نذیر احمد صاحب عثمانی دیوبندی مطبوعہ دِلی پرنٹنگ ورکس دہلی ۱۳۳۳ھ۔ مولانا نذیر احمد صاحب کو حاجی محمد عابد صاحب رحمۃ اللہ علیہما سے خلافت حاصل تھی انہوں نے اپنے مرشد کے علاوہ سلاسل اربعہ معروفہ وغیرہا کے مشائخ کے حالات بھی لکھے ہیں۔ یہ کتاب چار جلدوں میں ہے ان کی وفات ۱۳۵۸ھ میں ہوئی۔

[2] یہ حضرت حاجی محمد عابد صاحب کی بڑی خوش قسمتی ہے کہ انھیں مولانا ولایت علی صاحب سے شرفِ بیعت حاصل ہوا بلکہ ملفوظاتِ انوری میں نقشہ سلاسل سے معلوم ہوا کہ طریقہ نقشبندیہ میں مولانا نے حاجی صاحب کو اجازت سے بھی مشرف فرمایا۔ مولانا ولایت علی صاحب حضرت سیّد احمد شہید قدس سرہ کے خلفاء میں تھے مولانا ولایت علیؒ کے حالات کچھ تو تذکرۃ العابدین میں صفحہ ۱۳۴ سے دیئے ہیں۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

گیئے ۳؎ مگر بڑے بھائی آپ کے اگلے روز جا کر اور مولوی صاحب سے کہہ کر لوٹا لائے حاجی صاحب کو ازحد رنج ہوا پھر آپ حصولِ علم کے شوق میں دہلی تشریف لے گئے لیکن والد ماجد کی علالت کے باعث کچھ عرصہ بعد ہی واپس دیوبند تشریف لے آئے۔ بہت روز ان کا علاج کراتے رہے لیکن وہ صحت یاب نہ ہوسکے اور وفات پا گئے۔ان کی وفات کے بعد آپ نے تجارت کا سلسلہ شروع کیا اور عطار کی دکان کر لی۔ان دنوں ایک بزرگ حضرت میاں جی کریم بخش صاحب انصاری رامپوری ۴؎

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)''علماء ہند کا شاندار ماضی'' جلد سوم میں ''علماء صادق پور'' کے حالات میں دیئے گئے ہیں جن کا خاصہ یہ ہے کہ مجاہد کبیر حضرت مولانا ولایت علی صاحب فاروقی قدس سرہ العزیز ایک نہایت متمول اعلیٰ خاندان کے چشم و چراغ تھے۔آپ پٹنہ (بہار) کے رہنے والے تھے لکھنؤ میں پڑھنے آئے اور تحصیل علوم کی اور مایۂ ناز عالم بنے اسی زمانہ میں سیّد صاحب اپنے وطن مالوف رائے بریلی جاتے ہوئے لکھنؤ قیام فرما ہوئے ان کے استاد مولانا محمد اشرف صاحب جو بہت بڑے منطقی فلسفی عالم تھے اپنے اس مایۂ ناز شاگرد کو لے کر سیّد صاحب سے ملنے گئے۔تخلیہ چاہا سیّد صاحب پورے عالم نہ تھے لیکن آیت مُبارکہ **وما ارسلناک الا رحمۃ للعلمین** (ہم نے آپ کو اسی لیے بھیجا ہے کہ تمام جہانوں پر رحمت ہو) پر بیان شروع فرمایا۔یہ سلسلہ بیان دو گھنٹے جاری رہا جس کا اتنا اثر ہوا کہ منطق وفلسفہ اور اعتراضات سے ذہن خالی ہوگیا اور بقول سوانح نگار ''دونوں کی ڈاڑھیاں روتے روتے تر ہوگئیں'' یہی مولانا ولایت علی صاحبؒ ہیں جو سیّد صاحبؒ کے ساتھ رہے۔سیّد صاحب کا پٹنہ وغیرہ کا کامیاب دورہ کرایا بقول ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر ان کے (سیّد صاحب کے) مریدوں کی تعداد اس قدر بڑھ گئی تھی کہ ایک باقاعدہ نظامِ حکومت کی ضرورت پیش آئی۔انہوں نے باقاعدہ اپنے ایجنٹ مقرر کیے تاکہ ہر اس شہر سے جو ان کے راستہ میں پڑتا ہو تجارت کے منافع پر ٹیکس وصول کریں اس کے بعد انہوں نے چار خلیفے مقرر کیے یعنی رُوحانی نائب اور ایک قاضی القضاۃ مقرر کیا۔اور اس کے لیے باقاعدہ فرمان جاری کیا جیسا کہ مسلمان بادشاہ اپنے صوبہ جات میں اپنے گورنر مقرر کرتے وقت کیا کرتے تھے اس طرح پٹنہ میں ایک مستقل مرکز قائم کرنے کے بعد یہاں سے روانہ ہوئے۔اس میں ان خلفاء کے نام نہیں لیے گئے غالبًا ان کے نام یہ ہیں مولانا سیّد مظہر علی صاحب، مولانا الٰہی بخش صاحب، مولانا ولایت علی صاحب اور قاضی القضاۃ مولانا شاہ قاضی احمد حسین صاحب (شاندار ماضی جلد سوم از اول تا ۶۸) پھر مولانا ولایت علی صاحب نے سیّد صاحبؒ کی شہادت کے بعد ''پٹنہ'' کو بھی مرکز بنایا اور ''ستھانہ'' میں بھی جہاں بالاکوٹ سے بچے ہوئے مجاہدین نے نوشہرہ کے علاقہ میں دریائے سندھ سے اُوپر ''کوہ ستھانہ'' میں (جو ساڑھے سات ہزار فٹ کی بلندی پر ہے) اپنا مرکز بنا لیا تھا (جب آریا ترکِ وطن کر کے کوہ ہندوکش سے گزر کر اس مقام پر پہنچے تھے تو انہوں نے اسے ''مہابن'' کا نام دیا تھا اس وقت یہ بہت عظیم بن تھا) ادھر پٹنہ کے مرکز سے بنگال اور بہار میں اپنے رسائل کے ذریعہ جو سو کے قریب تھے، مسلمانوں کو جہاد پر آمادہ کیا اور ادھر ''ستھانہ'' سے جہاد بالسیف بھی کیا۔سیّد صاحبؒ کے بعد بالکل اسی طرز پر فریضہ جہاد کی ادائیگی میں آپ ہی اُن کے جانشین ہوئے۔آپ کی پیدائش ۱۲۰۵ھ میں اور وفات ۱۲۶۹ھ/۱۸۵۲ء میں بعمر ۶۴ سال بعارضہ خناق ہوئی ''ستھانہ'' میں مدفون ہوئے ''دخل خلدا'' تاریخ وفات ہے۔مولانا کے حالات ہر عالم کے لیے ایک درس ہیں مگر یہاں بیان کی گنجائش نہیں، دیکھیں شاندار ماضی جلد سوم (حامد میاں غفرلہٗ) ۔۳؎ اگر سفر میں جانا ہوجاتا تو ''ستھانہ'' جا کر جہاد میں شرکت ہوسکتی تھی مگر خداوند کریم کو آپ سے دوسرے کام لینے تھے۔ ۴؎ یہ رامپور ضلع سہارنپور کی ایک بستی کا نام ہے اسے رامپور منہیار ان کہا جاتا ہے، ریاست رامپور مراد نہیں ہے۔حضرت حاجی محمد عابد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو چاروں سلسلوں میں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہ سے بھی اجازت تھی جیسا کہ آگے آئے گا انشاء اللہ۔

دیوبند تشریف لائے ہوئے تھے۔ آپ نے ان سے بیعت ہونے کی درخواست کی بعد استخارہ شرفِ بیعت حاصل ہوا۔ اِدھر ان ہی دنوں میاں جی کریم بخش صاحب نے خواب دیکھا کہ آسمان پر ایک بہت بڑا استارہ ہے اس کے گرد اور بہت سے ستارے ہیں بڑا استارہ ان کی گود میں آ گیا ہے۔ میاں جی رحمۃ اللہ علیہ نے صبح کو مُریدین سے فرمایا کہ مجھ سے کوئی سیّد بیعت ہوگا متبع سنت ہوگا۔ اس سے لوگوں کو بڑا فیض پہنچے گا اور وہ بہت سے دینی کام انجام دے گا۔ (تذکرہ تاریخ دیوبند ص ۴۴۸)

میاں جی کریم بخش صاحب نے اپنی حیات میں اپنے صاحبزادے میاں حسن علی صاحب اور اپنے پیر کے بیٹے میاں محمد صدیق صاحب کو بھی بیعت کرادیا۔ (ملخصاً تذکرۃ العابدین ص ۶۲ تا ۶۵)

پھر لکھتے ہیں "اس کے بعد حاجی صاحب مع متعلقین کے ہمراہ مولوی محمد قاسم صاحب و مولوی یعقوب صاحب و مولوی مظفر حسین صاحب و مولوی نورالحسن صاحب مکہ معظمہ کو روانہ ہوئے۔ بمبئی میں حاجی صاحب کی ملاقات شاہ محمد امام صاحب قادری مدراسی سے ہوئی۔ انہوں نے تبرکاً اجازت دی۔ (تذکرہ ص ۶۶) حج سے واپسی پر آپ نے اس کا ذکر میاں جی کریم بخش صاحب سے کیا۔ انہوں نے پسند فرمایا اور فرمایا کہ یہ بزرگ ابدال میں سے ہیں جنہوں نے میری اجازت پر "صاد" کی ہے اس کے کچھ عرصہ بعد میاں جی کریم بخش صاحب کی ۱۷ رشوال ۱۲۷۹ھ میں وفات ہوگئی۔ حاجی محمد عابد صاحبؒ نے اس کے بعد چھتہ کی مسجد میں قیام اختیار فرمالیا۔ ایک کمبل اور تہبند یہی ساری عمر آپ کا لباس رہا۔

اس کے بعد ایک سفر کرنال اور پانی پت کا کیا وہاں حضرت شاہ راج خان صاحب ۵ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے بھی سلسلہ قادریہ کی اجازت مرحمت فرمائی۔ وہاں سے واپس آکر آپ نے چلہ کشی فرمائی اور کرامتیں بہت ظاہر ہونے لگیں۔ ان سلاسل کے علاوہ سلسلہ شطاریہ میں بھی آپ مجاز تھے۔

اس سے ایک سال بعد آپ نے پھر چلہ کشی کی۔ یہ چلہ چودھری صابر بخش کی مسجد میں کیا تھا۔ اس موقع پر مولوی نذیر صاحب نے حضرتؒ کی ایک اور کرامتِ باہرہ تحریر فرمائی ہے۔ اس کے بعد آپ نے مسجد چھتہ میں توجہ خانہ بنوایا۔ وہاں آپ سے خلقِ خدا مستفید ہوتی رہی۔ (تذکرۃ العابدین ملخصاً ص ۶۸)

آپ ریاضتیں اور مجاہدے وقفہ وقفہ سے فرماتے رہتے تھے مگر اتباعِ سنت میں قدم راسخ تھا۔ ایک دفعہ آپ کے عزیز و خلیفہ خاص پیر جی محمد انور نور اللہ مرقدہٗ نے آخری حیات میں کھانا پینا ترک کر دیا تو انہیں آپ نے کہلایا کہ یہ سنت کے خلاف ہے سنت کی پیروی کرتے ہوئے کچھ نہ کچھ کھالیا کریں۔ سوانح قاسمی میں لکھا ہے کہ :

---

۵ دہلی کے نواح میں ایک معمر بزرگ گزرے ہیں۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب اور شاہ اسحٰق صاحب سے بہت تعلق تھا رحمہم اللہ۔ چالیس سال تک جمعہ کے دن حضرت شاہ صاحب کے یہاں حاضر ہو کر جمعہ ادا کرتے رہے۔ جمعہ کے بعد اُسی دن گھر واپس جاتے تھے۔ (تذکرۃ العابدین ص ۱۹۱ و ص ۱۹۲)

''حضرت حاجی محمد عابد صاحب قوتِ فیصلہ اور اصابت رائے میں نسبت مرتضوی رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کو بہت رنجیدہ دیکھا گیا لوگوں کے اصرار پر بتایا کہ ۲۸ سال کے بعد آج صبح کی تکبیرِ تحریمہ فوت ہوگئی''۔ (تاریخ دیوبند ص۱۱۰)

حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مثنوی زیر و بم میں لکھا ہے۔

عاملِ کامل ، ولی ، مردِ خدا	پائے او بر پائے فخر انبیاء
آپ عامل کامل اور مردِ خدا تھے	پائے فخرِ انبیاء کے نقشِ قدم پر چلتے تھے
ہم جمالی ہم جلالی شان او	کانِ حلم و مخزنِ خُلقِ نکو
آپ کی شان جمالی بھی تھی اور جلالی بھی	حِلم کی کان تھے اور نیک خصلتوں کا خزانہ تھے
نقش و تعویزش مثال نقش قدر	فیض او بر خاص و عام مثلِ بدر
آپ کا نقش و تعویذ ایسا ہوتا تھا جیسا کہ تقدیر کا لکھا	آپ کا فیض ہر خاص و عام پر چاند کی روشنی کی طرح عام تھا

دیوبند کے لوگوں کو آپ سے کمال درجہ عقیدت تھی۔ دیوبند کے مسلمانوں میں شاید ہی کوئی بچہ ہوگا جس کے گلے میں آپ کا تعویذ نہ ہوتا ہو۔ (تاریخ دیوبند ص۱۱۱)

حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ اشراف السوانح میں تحریر فرماتے ہیں :

''حضرت والا (یعنی حضرت تھانویؒ) کی تواضع اور صدقِ طلب بھی قابلِ صد ہزار آفریں ہے کہ اپنے کو بعد تکمیل بھی کبھی بزرگوں سے مستغنی نہیں سمجھا جب بھی ضرورت پیش آتی بلا ادنیٰ تامل علاوہ اپنے پیر و مرشد کے اپنے بڑے رُتبہ کے پیر بھائیوں سے بھی عرض کرتے رہے اور مشورے لیتے رہے چنانچہ علاوہ حضرت مولانا گنگوہی قدس اللہ سرہٗ العزیز کے حضرت حاجی سیّد محمد عابد صاحب دیوبندی سے بھی جو حضرت حاجی صاحبؒ کے خلیفہ مجاز تھے (سلوک میں پیش آمدہ اپنی) اس حالت کو ظاہر کیا۔ سیّد صاحبؒ نے بھی حال سن کر حضرت والا کی بہت تسلی فرمائی اور فرمایا کہ یوں سمجھنا چاہیے کہ یہ خطرات قلب میں داخل نہیں ہو رہے بلکہ خارج ہو رہے ہیں۔ جیسے اگر چور گھر کے اندر چوری کرنے کے لیے گھسے تب بھی دروازہ پر نظر آتا ہے اور گھر والوں کے جاگ پڑنے کے بعد بھاگنے لگے تب دروازہ ہی سے گزرتا ہوا نظر آتا ہے اھ۔ اس قول کو نقل فرما کر حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ میں پہلے حاجی محمد عابد صاحب کو بزرگ تو سمجھتا تھا لیکن سچی بات تو یہ ہے کہ شیخ اور مربی باطن اس درجہ کا نہ سمجھتا تھا لیکن اس ارشاد کو سن کر مجھے معلوم ہوا کہ شیخ اور مربی کامل

درجہ کے تھے''۔ (اشرف السوانح جلد نمبر۱، باب سیزدہم ص ۲۵۱)

انوارِ قاسمی میں سوانح مخطوطہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ :

''حاجی صاحب دیوبند میں ایک ذی وجاہت صاحبِ اثر عابد زاہد ہستی تھے۔آپ کی بزرگی کا سکہ دیوبند کے ہر خورد وکلاں مرد وعورت بچے اور بوڑھے کے دل پر تھا۔ان کے رُوحانی فیض نے دیوبند اور اطراف وجوانب بلکہ دوسرے صوبوں کے لوگوں کے دلوں کو بھی مسخر کر رکھا تھا''۔

عابد وزاہد ہونے ساتھ بہت بڑے عامل بھی تھے آپ کے تعویذوں کا رُوحانی فیض بیماروں پر تریاق کا کام کرتا تھا۔آپ کی صورت کو دیکھ کر خدا یاد آتا تھا۔پابندیٔ وضع استقلالِ طبع اُولوالعزمی خوش تدبیری آپ کی مشہور ہے باوجودیکہ دنیا کو ترک کر دیا ہے مگر کوئی آپ سے مشورہ لیتا ہے تو اس میں ایسی اچھی رائے ہوتی ہے جیسے بڑے کسی ہوشیار دُنیادار کی۔

نیز لکھا ہے اہلِ دیوبند کو آپ سے کمال درجے عقیدت ہے۔آپ کی ذات فیض آیات سے خلائق کو بہت طرح کا نفع حاصل ہے غیر مذہب والے بھی آپ کے تعویذوں کے معتقد ہیں گھر بار زمین باغ جس قدر آپ کی ملکیت میں تھا سب کا سب راہِ خدا میں دے کر محض خدا پر تکیہ کیا ہوا ہے۔(تاریخ دیوبند ص ۴۷۹، ص ۴۸۰)

تعویذات کے ضرورت مند بعض اوقات حد سے زیادہ پریشان کرتے مگر اخلاق وتواضع کا یہ عالم تھا کہ کبھی ترش رو ہوتے نہیں دیکھا گیا،اتباعِ سنت کا نہایت درجہ اہتمام تھا۔(تاریخ دیوبند ص ۴۷۹)

بناء دار العلوم :

کفر ناچا جس کے آگے بارہا تگنی کا ناچ
جس طرح جلتے توے پر رقص کرتا ہے سپند
اس میں قاسم ہوں کہ انور شہ کہ محمود الحسن
سب کے دل تھے دردمند اور سب کی فطرت ارجمند
(ظفر علی خاں مرحوم)

حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ کے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے عربی رسالہ '' **الھَدیّة السَّنِیّة فی ذکر المدرسة الاسلامیة الدیوبندیة** '' کا آغاز اس طرح فرمایا ہے، ترجمہ :

''حمد وثناء باری اور صلاۃ وسلام بر نبی خیر الانام جب اللہ تعالیٰ شانہٗ وعزَّ سلطانہٗ نے ان مشیروں کی بہتری اور بندوں کی رہنمائی کا اس طریقہ پر کہ علوم دینیہ اور فنونِ یقینیہ (تفسیر وحدیث) کا اس

طرح احیاء ہو کہ اعتقاد تصدیق یقین اور تحقیق کے ساتھ ہو تو اس نے الہام فرمایا ایک ایسے سیّد پر جو نسب والا اشرافت حسب والا اور برگزیدہ ہے۔ قوت قدسیہ والا اور خدا کی وہبی بلندی والا ہے جس کی تدبیر پر (لوگ) راضی ہوتے ہیں۔ ہر چھوٹے پر شفقت اور بڑے کی تعظیم کرنے والے ہیں ان جیسا دوسرا کوئی آدمی نہیں ہے وہ نقش ونگار وخوبصورتی میں اور عظمت و جلال میں صورت وسیرت میں اور تنہائی (کی پاکیزگی) اور طبیعت میں روشن کُن رائے میں ذکی الطبع ہونے میں عدیم النظیر ہیں۔ آزمائش میں بلند دیکھنے میں پُر رونق ہیں اور پسندیدہ مشورہ دینے والے ہیں اور جسے ان باتوں پر یقین نہ آئے تو (آزمالے کیونکہ) خبر کی تصدیق آزمائش کر دیتی ہے۔

باحیا، متقی، سخی، پاکباز اپنے جیسے بڑوں بڑوں کے لیے باعث فخر ہیں (جن کا نام نامی) السیّد الاجل محمد عابد ہے اللہ تعالیٰ ان کو تادیر قائم رکھے اور ان کی آرزوؤں کی آخری حدود تک ان کو ترقی بخشتا رہے جب تک بادل برستا ہے اور کتاب پڑھی جاتی رہے (یعنی ہمیشہ) ان پر اللہ تعالیٰ نے الہام فرمایا۔ اس مدرسہ کی بنیاد رکھنے کا جس کی بنیاد تقوے پر اور افضل راستہ پر رکھی گئی ہے اگرچہ جگہ (خطۂ انگریز) اور زمانہ نامساعد ہے اور وقت بھی موافقت نہیں کر رہا (۱۸۵۷ء کے بعد سے) (لیکن) یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی مقدور ہے جو غلبہ والا اور علیم ہے۔ حکمتوں والا اور حلیم ہے وہ جب کسی چیز کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے اسباب مہیا کر دیتا ہے اور ایسے لوگ معین فرما دیتا ہے، وہ جب کسی چیز کا ارادہ فرماتا ہے تو ''کُن'' کے حکم سے وہ چیز وجود میں آجاتی ہے پس پاک ہے ہر عیب وعاجزی سے وہ ذات جس کے قبضہ میں ہر چیز کی ملکیت وحکومت ہے والیہ ترجعون، سیّد صاحب نے اہلِ خیر کو اس کارِ ثواب میں امداد اور اس مشورہ کی تائید کے لیے ہجرت نبوی کے ۱۲۸۲ھ میں بلایا۔ صلی اللّٰہ علیہ وعلیٰ الہ وسلم و عظم و کرم (یعنی انہیں مزید بڑائیاں اور اکرام بخشے) لوگوں نے آپ کی بات غور سے سُنی مدد کی، لبیک کہا اور آپ کے پیچھے چل پڑے آپ کی سعی مقبول سے مدرسہ علم اور اہلِ علم کا ٹھکانہ بن گیا اور فضل اور اہلِ فضل کا مرجع دین اور اہلِ دین کا مقام بن گیا اور یہ سیّد صاحب کے اعتبار سے کوئی ایسی نئی عجیب بات بھی نہیں ہے کیونکہ بیٹا اندر سے باپ کا نمونہ ہوا کرتا ہے یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہے عطا فرمادے اور اللہ بڑے فضل والا ہے''۔

حضرت کی تحریر میں '' الولدسر لابیہ'' میں شاید اس طرف اشارہ ہو کہ آپ کے خاندان کی خانقاہ سیّد

ابراہیم میں عرصہ تک علمی خدمات انجام دی تھیں اور ہوسکتا ہے کہ اشارہ رحمۃ اللعالمین ﷺ کی طرف ہو۔ واللہ اعلم

تذکرۃ العابدین میں اس الہام کی تفصیل اس طرح کی گئی ہے :

جب حضرت حاجی صاحب نے دوبارہ چلہ کرلیا تو ایک روز آپ نے رسول خدا ﷺ کو خواب میں دیکھا صبح کو مولوی فضل الرحمٰن صاحب وغیرہ کو بلایا کہ علم دین اُٹھا جاتا ہے کوئی تدبیر کرو کہ علم دین قائم رہے۔ جب پرانے عالم نہ رہیں گے تو کوئی مسئلہ بتانے والا بھی نہ رہے گا جب سے دہلی کا مدرسہ گم ہوا ہے کوئی علم دین نہیں پڑھتا۔ اُس وقت سب صاحبوں نے عرض کیا کہ جو تدبیر آپ فرمائیں وہ ہم کو منظور ہے۔ آپ نے فرمایا کہ چندہ کرکے مدرسہ قائم کرو اور کاغذ لے کر اپنا چندہ لکھ دیا اور روپے بھی آگے دھر دیئے اور فرمایا کہ انشاء اللہ ہر سال یہ چندہ دیتا رہوں گا چنانچہ اُسی وقت سب صاحبان موجودہ نے بھی چندہ لکھ دیا پھر حاجی صاحب مسجد سے باہر کو نکلے چونکہ حاجی صاحب کبھی کہیں نہیں جاتے تھے جس کے گھر پر گئے اُسی نے اپنا فخر سمجھا اور چندہ لکھ دیا۔ اسی طرح شام تک قریب چار سو روپیہ کے چندہ ہوگیا۔

اگلے روز حاجی صاحب نے مولوی محمد قاسم صاحب کو میرٹھ خط لکھا کہ آپ پڑھانے کے واسطے دیوبند آجائیں فقیر نے یہ صورت اختیار کی ہے۔ مولوی محمد قاسم صاحب نے جواب لکھا کہ میں بہت خوش ہوا، خدا بہتر کرے۔ مولوی محمود صاحب کو پندرہ روپے ماہوار تنخواہ مقرر کرکے بھیجتا ہوں۔ وہ پڑھائیں گے اور میں مدرسہ مذکور میں ساعی رہوں گا چنانچہ مولوی محمود صاحب دیوبند آئے اور مسجد چھتہ [۶] میں عربی پڑھانا شروع کیا۔ یہی واقعہ تاریخ دیوبند میں منشی فضل حق صاحب کی سوانح مخطوطہ کے حوالہ سے مفصل لکھا ہے آخر میں یہ شعر بھی لکھا ہے۔

مردِ حق عابد صداقت کیش اولاً گسترانند رو مالش

تاریخ دیوبند میں ہے کہ آج تک بھی بفضلہٖ تعالیٰ وہ انار کا درخت موجود ہے جس کے سایہ میں مدرسہ شروع ہوا۔ اسی مسجد کے حجروں میں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس اللہ اسرارہم کا قیام بھی رہا۔ اس کے شمالی حجروں کی جگہ ۱۳۹۰ھ میں اب نئی عمارت بن گئی ہے۔ (تاریخ دیوبند ص ۴۹۰)

---

[۶] مسجد چھتہ میں حضرت حاجی محمد عابد صاحب قدس سرہٗ کا قیام ساٹھ برس تک رہا یہی مسجد حضرت حاجی محمد عابد صاحب کی عبادت گاہ تھی اور وہیں آپ کا خلوت خانہ تھا کمرہ اب تک ہے ابھی ابھی معلوم ہوا ہے کہ وہیں آج کل مولانا مفتی محمود صاحب گنگوہی قیام رکھتے ہیں اور درس دیتے ہیں اور دارالعلوم میں درس بخاری بھی دیتے ہیں۔ حامد میاں غفرلہٗ ۱۵ر صفر ۹۶ھ/ ۱۶ر فروری ۷۶ء

یہ چندہ کا واقعہ بروز جمعہ ماہ ذی قعدہ ۱۲۸۲ھ/ ۱۸۶۶ء میں ہوا (تاریخ دیو بند ص ۳۳۱ تا ۳۳۳)۔ مدرسہ کا آغاز ۱۸۵۷ء سے تقریباً دس سال بعد ہوا پنجشبہ کا دن تھا اور ۱۵ محرم الحرام ۱۲۸۳ھ (۳۰ مئی ۱۸۶۶ء) تھی۔ استاد کا اسم گرامی بھی محمود تھا اور شاگرد بھی محمود (یعنی شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب عثمانی نور اللہ مرقدہما) جب یہ خبر عام ہوئی کہ علم عربی پڑھانے کو مدرسہ قائم ہو گیا ہے تو طالب علم ے جوق در جوق آنے لگے۔ یہاں تک کہ تھوڑے ہی عرصہ میں بباعث کثرتِ طلبا مسجد میں گنجائش نہیں رہی تب ایک مکان ۸ کرایہ پر لیا گیا ہے مگر اس قدر کثرت طلباء کی ہوئی کہ تنہا ملا محمود صاحب تعلیم نہ دے سکے چنانچہ اس عرصہ چندہ بھی زیادہ آنے لگا۔ اس وقت حاجی صاحب نے مولوی محمد قاسم صاحب و مولوی فضل الرحمٰن صاحب، مولوی ذوالفقار علی صاحب و مولوی مہتاب علی صاحب و منشی فضل حق صاحب وغیرہ کو اہلِ شوریٰ قرار دیا کہ کاروبار مدرسہ حسب رائے اہلِ شوریٰ ہوا کرے اور خود بھی اہلِ شوریٰ و سرپرست و مہتمم بلا تنخواہ رہے جب چندہ کی زیادہ آمدنی ہونے لگی، اہلِ شوریٰ سے مشورہ کیا گیا کہ دو مدرس چھوٹی کتابیں پڑھانے والے اور مقرر کیے جاویں اور مولوی محمد یعقوب صاحب کو بریلی سے بلا کر مدرس اول کیا جائے اور ایک مدرس فارسی اور ایک قرآن شریف کا مقرر کیا چونکہ یہ کام متعلق دین محمدی کے تھا اس لیے یہ سب مدرس اہلِ فقر رکھے گئے تا کہ کاروبار مدرسہ میں یہ لوگ دل سے توجہ کریں۔ (تذکرۃ العابدین ص ۷۰)

اسی زمانہ میں یہ مشورہ قرار پایا کہ دیو بند میں جامع مسجد نہیں ہے جامع مسجد ۹ بنائی جائے چنانچہ آپ نے متفق الرائے ہو کر بازار کے نزدیک ایک اونچی جگہ پسند کی اور اس جگہ کھڑے ہو کر دعا بھی مانگی کہ خداوندا یہاں جامع مسجد بن جاوے مگر اس جگہ لوگوں کے مکان تھے ہر چند تدبیریں کیں کہ یہ جگہ مل جائے مگر کوئی تدبیر پیش نہ آئی کیونکہ جب ان مکان والوں سے کہتے تھے کہ یہ جگہ دے دو تو وہ یہ کہتے تھے کہ اپنے مکان ہم کو دے دو اور یہ جگہ لے لو، یہ سُن کر خاموش ہو جاتے

ے پہلے سال میں ۵۸ بیرونی طلبہ میں صرف ۶ طالب علم ایسے تھے جو خود اپنے اخراجات کا تکفل کر سکتے تھے بقیہ ۵۲ طلبہ کے خورد و نوش اور قیام وغیرہ کا تمام تر بار اہلِ دیو بند نے بخندہ پیشانی برداشت کیا۔ سبقت الی الخیر کا یہ عمل بالیقین ان لوگوں کو السابقون الاولون کے شرف سے ممتاز کرتا ہے (باوجودیکہ ۵۷ء میں ان کی جائیدادیں بھی ضبط کر لی گئی تھیں)۔ ۸ یہ مکان مسجد قاضی کے نزدیک لیا گیا تھا جیسا کہ حضرت مولانا میاں سیّد اصغر حسین صاحب قدس سرہ نے تحریر فرمایا ہے حضرت حاجی محمد عابد صاحب قدس سرہ کی تجویز کہ قومی چندے کے ذریعہ مدرسہ قائم کیا جائے بہت مقبول اور کارگر رہی۔ تاریخ دیو بند میں ہے دار العلوم دیو بند کی اس مثال نے ملک کے لیے مشعلِ راہ کا کام دیا۔ اجتماعی اور قومی کاموں کے لیے سرمایہ حاصل کرنے کا یہ پہلا تخیل تھا۔ "اس نسخہ کیمیا" کا ہاتھ آنا تھا کہ جابجا اس کی تقلید میں مدارس جاری ہونے شروع ہو گئے چنانچہ قیام دار العلوم کے چھ سات ماہ کے بعد سہارنپور میں مظاہر علوم اسی اصول پر قائم ہوا۔ آگے چل کر لکھتے ہیں: دار العلوم کے قیام کے آٹھ نو سال بعد ۱۸۷۵ء میں علی گڑھ کالج (مسلم یونیورسٹی) بھی اسی طریقہ پر قائم ہوا۔ (ص ۳۳۳، ص ۳۳۴) ۹ اب دیو بند میں متعدد مساجد میں نماز جمعہ ہوتی ہے مگر جامع مسجد یہی کہلاتی ہے اور یہ سب سے بڑی مسجد ہے۔ حامد میاں غفرلہٗ

تھے آخر الامر ایک روز حاجی صاحب نے بھی ان سے کہا انہوں نے وہی جواب دیا اس وقت حاجی صاحب نے فرمایا کہ میں نے اپنا مکان اور نشست گاہ تم کو دیا تم جگہ مسجد کو دے دو انہوں نے فوراً دیدی۔ حاجی صاحب نے اپنا مکان و بیٹھک ان کو دیکر ارادہ حج بیت اللہ شریف ۱۲۸۴ھ کیا اور جو کچھ جائیداد جدی تھی اس کو عزیزوں اور قریبوں میں تقسیم کردیا اور مولوی رفیع الدین صاحب کو مہتمم مدرسہ مقرر کردیا اور آپ برائے حج بیت اللہ روانہ ہوئے اس وقت شہر والوں کو اتنا رنج تھا کہ تحریر نہیں ہو سکتا۔ (تذکرۃ العابدین ص ۱۷)

صاحبِ تاریخ دیو بند تحریر فرماتے ہیں کہ مسجد کے زمانہ تعمیر کے ایک اشتہار میں تعمیر مسجد کی تحریک کا سبب بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ :

"حضرت حاجی محمد عابد حسین صاحبؒ نے خواب میں دیکھا کہ اس مقام پر جہاں اب جامع مسجد واقع ہے آنحضرت ﷺ تشریف فرما ہیں اور آپ کے سامنے ایک طشت رکھا ہوا ہے جو دودھ سے بھرا ہوا ہے۔ داہنی جانب ایک شخص ہے جو روپیہ لالا کر آنحضرت ﷺ کے سامنے انبار لگا رہا ہے آپ نے حاجی صاحب سے ارشاد فرمایا کہ: "یہاں مسجد بنانا شروع کردو"۔ (تاریخ دیو بند ص ۲۹۸)

آگے تحریر فرماتے ہیں (اس بارے میں کہ اتنی بڑی تعمیر کیسے ہو سکے گی) لوگ متحیر تھے۔ آخر ایک جگہ متعین کر کے سب لوگ رات کو جمع ہوئے اور بارگاہ رب العزت میں دُعا کی، لوگوں میں تعمیر مسجد کا ایسا جذبہ پیدا ہوگیا کہ انہوں نے روپے کے علاوہ زیور کپڑے برتن لکڑی اینٹ اور چونا غرض کہ جو جس سے بن پڑا اس نے لا کر رکھ دیا۔ حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہتمم تعمیر قرار پائے اور مولانا عبدالخالق تحصیل چندہ پر مامور کیے گئے۔ (تاریخ دیو بند ص ۲۹۹)

صحن کے اطراف میں قدیم طرز پر مدرسہ اور طلباء کے لیے دالان اور حجرے بنائے گئے ہیں دارالعلوم دیو بند اپنے ابتدائی چند سالوں میں اس جامع مسجد میں بھی رہا ہے مگر جب اس کی روز افزوں ترقی کے باعث یہ جگہ ناکافی ثابت ہوئی تو دوسری جگہ منتقل کر دیا گیا (تاریخ دیو بند ص ۲۹۹)۔ ۱۲۹۰ھ/۱۸۷۳ء میں دارالعلوم جامع مسجد میں منتقل ہوگیا (تاریخ دیو بند ص ۳۶۱)۔ جامع مسجد کی تعمیر ۱۲۸۳ھ میں شروع ہوئی اور ۱۲۸۶ھ میں مکمل ہوگئی تھی حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے موسس و مہتمم تعمیر کی حیثیت سے مسجد کے شمالی دروازے پر مسجد کے انتظام سے متعلق ایک دستور العمل سنگ سرخ پر کندہ کرا کر نصب کرا دیا ہے۔ چنانچہ اسی کے مطابق نظم و نسق قائم ہے۔ سیّد جمعیت علی صاحب دیو بندی نے چھ ہزار تین سو اشعار پر مشتمل ایک مثنوی لکھی ہے جس میں تمام کیفیاتِ تعمیر دی گئی ہیں۔ اس میں حاجی صاحبؒ کی نسبت یہ شعر ہے۔

بانی مسجد ہوئے عابد حسین   پیر جی عاشق علی کے نور عین

(تاریخ دیو بند ص ۲۹۸)   (جاری ہے)

☆☆☆☆☆

شبِ براءت..........فضائل و مسائل

﴿حضرت مولانا نعیم الدین صاحب، فاضل جامعہ مدنیہ﴾

ماہِ شعبان کی فضیلت :

یُوں تو ہر دن ہر مہینہ ہر سال ہی محترم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا ہے مگر کچھ دن اور مہینے ایسے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے خاص فضیلت عطا کی ہے اُن میں سے ایک مہینہ شعبان المعظم کا بھی ہے، اس مہینہ کی احادیثِ مبارکہ میں بڑی فضیلت آئی ہے۔ حضرت اُسامہ بن زیدؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

''شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان اللہ تعالیٰ کا'' (مسند فردوس دیلمی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جب رجب المرجب کا مہینہ شروع ہوتا تو آپ ﷺ یوں دُعا فرماتے : یا اللہ رجب اور شعبان کے مہینے میں ہمارے لیے برکت فرما اور خیریت کے ساتھ ہم کو رمضان تک پہنچا''۔ (ابن عساکر)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ

''جناب رسول اللہ ﷺ (شعبان میں) اتنے زیادہ روزے رکھتے کہ ہم کہتے کہ اب آپ افطار نہ کریں گے اور کبھی آپ افطار کیے جاتے (یعنی روزے ہی نہ رکھتے) یہاں تک کہ ہم کہتے کہ اب آپ روزے نہیں رکھیں گے اور میں نے آپ کو کسی مہینہ میں شعبان کے مہینے سے زیادہ (نفلی) روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا''۔ (بخاری و مسلم)

اس حدیث کے پیشِ نظر کسی کے دل میں یہ خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ شعبان کے مہینے میں کثرت سے روزے کیوں رکھتے تھے؟ تو اس کی وجہ بھی حدیث میں موجود ہے، چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضرت اُسامہؓ نے ایک مرتبہ آپ سے دریافت کیا کہ یا رُسول اللہ ﷺ میں آپ کو شعبان میں زیادہ روزے رکھتے ہوئے دیکھتا ہوں اِس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ ''شعبان ایسا مہینہ ہے جو رجب اور رمضان کے درمیان ہے لوگ اس کی فضیلت سے غافل ہیں، اس مہینہ میں اللہ رب العٰلمین کے حضور میں لوگوں کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں میری آرزو یہ ہے کہ جب میرے اعمال پیش ہوں تو میرا شمار روزہ داروں میں ہو''۔ (نسائی)

شبِ براءت کی فضیلت :

ماہ شعبان المعظم میں ایک رات آتی ہے جو بڑی فضیلت والی رات ہے۔ اس رات کے کئی نام ہیں

(۱)لیلة البراء ة یعنی دوزخ سے بری ہونے کی رات (۲)لیلة الصّک یعنی دستاویز والی رات (۳) لیلة المبارکة یعنی برکتوں والی رات ۔

عُرفِ عام میں اسے شبِ براءت کہتے ہیں شب کے معنی فارسی زبان میں رات کے ہیں اور براءت عربی کا لفظ ہے جس کے معنی بری ہونے اور نجات پانے کے ہیں ۔ یہ شعبان کی پندرھویں شب کو ہوتی ہے ۔احادیث مبارکہ میں اس شب کی بڑی فضیلت آئی ہے ،ایک حدیث میں آتا ہے کہ

''اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرھویں شب کو آسمانِ دُنیا پر نزول فرماتے ہیں اور قبیلۂ بنو کلب کی بکریوں کے بالوں کی تعداد سے زیادہ گنہگاروں کی بخشش فرماتے ہیں'' ۔ (ترمذی وابن ماجہ)

کہتے ہیں کہ عرب میں اس قبیلہ کے پاس تقریبًا بیس ہزار بکریاں تھیں ،اندازہ فرمائیے کہ بیس ہزار بکریوں کے کتنے بال ہوں گے ؟ اُن کا شمار کرنا بھی انسان کے بس کی بات نہیں ۔اس سے معلوم ہوا کہ اس رات میں اتنے لوگ دوزخ سے بری کیے جاتے ہیں جن کو شمار نہیں کیا جاسکتا ۔

ایک دوسری حدیث میں آتا ہے کہ

''جب شعبان کی پندرھویں شب آتی ہے تو (اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک اعلان کرنے والا اعلان کرتا ہے کہ کیا کوئی بخشش کا طلب گار ہے کہ میں اُس کو بخش دوں ، کیا کوئی رزق مانگنے والا ہے کہ میں اسے رزق دوں ، کیا کوئی مصیبت زدہ ہے کہ میں اُسے (تکلیف) سے نجات دوں ، کیا کوئی ایسا ہے کیا کوئی ایسا ہے ؟ غرض تمام رات اسی طرح دربار رہتا ہے اور عام بخشش کی بارش ہوتی رہتی ہے حتی کہ فجر ہوجاتی ہے (اور دربار برخاست ہوجاتا ہے ۔) '' ۔ (بیہقی)

شبِ براءت میں کیا ہوتا ہے ؟ :

حضورِ انور ﷺ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

''تمہیں معلوم ہے شعبان کی اس (پندرھویں) شب میں کیا ہوتا ہے ؟ اُنہوں نے دریافت کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا ہوتا ہے ؟ آپ نے فرمایا اس رات میں یہ ہوتا ہے کہ اس سال میں جتنے پیدا ہونے والے ہیں وہ سب لکھ دیے جاتے ہیں اور جتنے اس سال مرنے والے ہیں وہ سب بھی اس رات میں لکھ لیے جاتے ہیں اور اس رات میں سب بندوں کے اعمال (سارے سال کے) اُٹھائے جاتے ہیں اور اسی رات میں لوگوں کی (مقررہ) روزی اُترتی ہے'' ۔ (بیہقی)

ایک اعتراض اور اس کا جواب :

یہاں ایک اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ روزی وغیرہ تو پہلے سے لوحِ محفوظ میں لکھی جا چکی ہے پھر اس کا کیا مطلب کہ اس شب میں انسان کو ملنے والی روزی لکھ دی جاتی ہے۔ اس اعتراض کا جواب علماء نے یہ دیا ہے کہ اس شب مذکورہ کاموں کی فہرست لوحِ محفوظ سے علیحدہ کر کے ان فرشتوں کے سُپرد کر دی جاتی ہے جن کے ذمہ یہ کام ہیں۔

الغرض اس رات میں پورے سال کا حال قلمبند ہوتا ہے۔ رزق، بیماری، تنگی، راحت و آرام، دُکھ، تکلیف حتّٰی کہ ہر وہ شخص جو اس سال پیدا ہونے یا مرنے والا ہو اس کا وقت بھی اسی شب میں لکھا جاتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ اس مہینے کی پندرھویں شب میں مَلک الموت (عزرائیل علیہ السلام) کو ایک رجسٹر دیا جاتا ہے اور حُکم دیا جاتا ہے کہ پورے سال میں مرنے والوں کے نام اس رجسٹر سے نقل کر لو۔ کوئی آدمی کھیتی باڑی کرتا ہے، کوئی نکاح کرتا ہے، کوئی کوٹھی اور بلڈنگ بنوانے میں مشغول ہے، مگر اس کو یہ بھی معلوم نہیں کہ میرا نام مُردوں کی فہرست میں لکھا جاچُکا ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا پندرھویں شب میں معمول :

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ :

''ایک رات رسول اکرم ﷺ میرے گھر تشریف لائے اور لباس تبدیل فرمانے لگے لیکن پورا لباس اُتارا نہ تھا کہ پھر کھڑے ہو گئے اور لباس زیبِ تن فرمایا، اس پر مجھے سخت رشک آیا اور گمان ہوا کہ آپ میری کسی سوکن کے یہاں جا رہے ہیں، آپ کی روانگی کے بعد میں بھی پیچھے پیچھے چلی یہاں تک کہ میں نے آپ کو ''بقیع غرقد'' (جنت البقیع) میں اس حالت میں دیکھا کہ آپ مُسلمان مرد و زن اور شہداء کے لیے مغفرت طلب فرما رہے ہیں، یہ دیکھ کر میں نے دل میں کہا۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان! آپ اللہ کے کام میں مشغول ہوں اور میں دنیاوی کام میں لگی ہوئی ہوں اس کے بعد میں لوٹ کر اپنے حجرہ میں آئی۔ میں لمبی لمبی سانس لے رہی تھی کہ اتنے میں آپ تشریف فرما ہوئے اور فرمایا عائشہ کیا بات ہے سانس کیوں پھول رہا ہے؟ میں نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ تشریف لا کر لباس تبدیل فرمانے لگے، ابھی لباس اُتارنے بھی نہ پائے تھے کہ دوبارہ لباس زیبِ تن کیا اس پر مجھے رشک آیا اور خیال ہوا کہ آپ کسی اور زوجہ کے گھر تشریف لے جا رہے ہیں تا آنکہ میں نے آپ کو قبرستان میں دُعا میں مشغول دیکھا، اس پر آپ نے ارشاد فرمایا اے عائشہ کیا تمہیں یہ خوف ہے کہ اللہ اور اُس کا رسول تم پر کوئی ظلم و زیادتی کرے گا؟ واقعہ یہ ہے کہ جبریلؑ میرے پاس آئے اُنہوں نے کہا کہ آج شعبان کی پندرھویں شب ہے جس میں قبیلۂ بنو کلب کی بکریوں کے بالوں کی تعداد کے برابر اللہ تعالیٰ اپنے

بندوں کی مغفرت فرماتے ہیں اور مشرک، کینہ ور، قطع تعلقی کرنے والے، بدسلوک، غرور سے زمین پر لباس گھسیٹ کر چلنے والے، والدین کے نافرمان اور عادی شراب خور کی طرف اس شب نظرِ کرم نہیں فرماتے، اس کے بعد آپ نے لباس اُتارا اور فرمایا اے عائشہ شب بیداری کی اجازت ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں میرے ماں باپ آپ پر قربان بصد شوق۔

چنانچہ آپ کھڑے ہوگئے اور عبادت کرنے لگے۔ دورانِ نماز ایک بڑا لمبا سجدہ کیا جس پر مجھے آپ کی قبضِ رُوح کا گمان ہوا، میں اُٹھ کر آپ کو دیکھنے بھالنے لگی۔ میں نے آپ کے تلووں کو ہاتھ لگایا تو اُن میں حرکت تھی۔ اس پر مجھے خوشی ہوئی۔ میں نے آپ کو سجدہ میں یہ دُعا کرتے سُنا۔

"اَعُوْذُ بِعَفْوِکَ مِنْ عِقَابِکَ وَاَعُوْذُ بِرِضَاکَ مِنْ سَخَطِکَ وَ اَعُوْذُ بِکَ مِنْکَ جَلَّ وَجْھُکَ لَآ اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْکَ اَنْتَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ".

صبح کو میں نے آپ سے اِن دُعاؤں کا تذکرہ کیا تو فرمایا کہ ان دُعاؤں کو یاد کرلو اور دوسروں کو بھی ان کی تعلیم دو کیونکہ جبریلؑ نے مجھے یہ دُعائیں سکھائیں اور کہا کہ سجدہ میں یہ مکرر سہ کررر پڑھی جائیں"۔ (ما ثبت بالسنۃ ص ۱۷۳)

شبِ براءت میں کن لوگوں کی بخشش نہیں ہوتی؟ :

بہت سی حدیثوں میں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ کچھ بدنصیب لوگ ایسے ہیں کہ اس برکت والی رات میں بھی رحمتِ خداوندی سے محروم رہتے ہیں اور ان پر نظرِ عنایت نہیں ہوتی۔ ذیل میں ایسے بدقسمت لوگوں کی فہرست پیش کی جاتی ہے تاکہ لوگوں کو عبرت حاصل ہو :

(۱) مُشرک (۲) جادُوگر (۳) کاہن و نجومی (۴) بغض اور کینہ رکھنے والا (۵) جلاّد (۶) ظُلم سے ٹیکس وصول کرنے والا (۷) باجا بجانے والا اور اُن میں مصروف رہنے والا (۸) جُوا کھیلنے والا (۹) ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے والا (۱۰) زانی مرد و عورت (۱۱) والدین کا نافرمان (۱۲) شراب پینے والا اور اُس کا عادی (۱۳) رشتہ داروں اور مسلمان بھائی سے ناحق قطع تعلقی کرنے والا۔

یہ وہ بدقسمت لوگ ہیں جن کی اس بابرکت رات میں بھی بخشش نہیں ہوتی اور رحمتِ خداوندی سے محروم رہتے ہیں اس لیے ہر مسلمان کو چاہیے کہ اپنے گریبان میں مُنہ ڈالے اور غور و فکر کرے کہ کہیں اِن عیبوں میں سے میرے اندر تو کوئی عیب اور بُرائی نہیں، اگر ہو تو اس سے توبہ کرے اور حق تعالیٰ کی طرف رجوع کرے یہ خیال نہ کرے کہ میرے اتنے اور ایسے گناہ کیسے معاف ہوں گے یہ شیطانی خیال ہے۔

پندرھویں شعبان کے روزہ کا حکم :

پیچھے گزر چکا ہے کہ آنحضرت ﷺ شعبان میں کثرت سے روزے رکھا کرتے تھے اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیتے تھے۔ خاص طور پر پندرھویں شب کے روزے کے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ سے آپ کا یہ ارشاد منقول ہے کہ ''جب شعبان کی پندرھویں شب آئے تو رات کو قیام کرو (یعنی نمازیں پڑھو) اور (اگلے) دن کا روزہ رکھو''۔ (ابن ماجہ)

شب براءت میں ہمیں کیا کرنا چاہیے اور کن کاموں سے بچنا چاہیے :

(۱) اس رات میں قیام کرنا یعنی نوافل پڑھنا مستحب ہے۔ (۲) قبرستان جانا اور مُسلمان مرد وزن کے لیے ایصالِ ثواب کرنا مستحب ہے۔ (۳) اگلے دن کا روزہ رکھنا مستحب ہے۔

اس شب میں صلٰوۃ التسبیح پڑھیں، تہجد پڑھیں اور اس بات کا خاص خیال رکھیں کہ عشاء اور فجر کی نماز ضرور جماعت کے ساتھ ادا کریں۔ ایسا نہ ہو کہ نفلوں میں تو لگے رہیں اور فرائض چھوٹ جائیں۔

حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام اکیلے قبرستان گئے تھے، اس لیے اکیلے جائیں اور صرف مرد جائیں عورتیں نہ جائیں۔ عورتوں کا قبرستان جانا جائز نہیں۔

بہتر ہے کہ شعبان کی ۱۳، ۱۴ اور ۱۵ تینوں دن کے روزے رکھ لیے جائیں انہیں ''ایّامِ بِیض'' کہتے ہیں اور ان دنوں میں روزہ رکھنے کا بہت ثواب ہے۔

اس شب میں آتش بازی ہرگز نہ کی جائے اس کا سخت گناہ ہے اور یہ ہندوؤں کا کام ہے نہ کہ مسلمانوں کا۔ چراغاں نہ کیا جائے، کیونکہ اول تو یہ شریعت سے ثابت نہیں، دوسرے اس میں اسراف ہے بہت سے لوگ اس شب میں بجائے عبادت کے حلوے مانڈے میں مصروف ہو جاتے ہیں شریعت سے اس شب حلوہ وغیرہ پکانے کا کوئی ثبوت نہیں۔

بہت سے لوگ مسجد میں اکٹھے ہو کر شور وغوغا کرتے ہیں اس سے بچا جائے اس کا سخت گناہ ہے۔ بہتر یہ ہے کہ نفلی عبادت خُفیہ کی جائے کہ دوسرے کو پتہ نہ چلے۔ آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرامؓ اس شب میں اس طرح مسجد میں اکٹھے نہیں ہوتے تھے۔ سب اپنے گھروں میں ہی عبادت کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

☆☆☆

۱۵ رشعبان المبارک

دُعائے مشائخ در شب براءت

مشائخ سے شب براءت کے سلسلہ میں ایک دُعا منقول ہے جو پندھوریں شب کو کی جاتی ہے۔ مولانا سید عبدالحئیؒ سابق ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ (والد بزرگوار حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ) نے اس پر کچھ روشنی ڈالی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ :

''شعبان کی پندرھویں شب کو نماز پڑھنا اور دن کو روزہ رکھنا مسنون ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مبارک شب میں آسمان دُنیا سے غروب آفتاب سے صبح صادق تک تجلی فرماتا ہے اور ارشاد ہوتا ہے کہ جو شخص اپنے گناہوں کو بخشوانا چاہتا ہے وہ آئے میں اُس کے گناہوں کو بخش دوں گا۔ جو شخص رزق حاصل کرنا چاہتا ہے میں اُس کو روزی دوں گا۔ جو کسی مصیبت میں مبتلا ہو اُس کو تندرست کروں گا''۔

بزرگوں سے ثابت ہے کہ وہ شب براءت کو نمازِ مغرب کے بعد سورہ یٰسین تین بار پڑھتے ہیں۔ اول بار عمر درازی کی نیت سے، دوسری بار بلاؤں کے دفع کرنے کے واسطے، تیسری بار خدا کے سوا کسی اور کا محتاج نہ ہونے کے لیے اور ہر بار سورہ یٰسین کے بعد ذیل کی دُعا ایک بار پڑھتے ہیں۔ اِس دُعاء کی برکت سے اللہ تعالیٰ اُن کی حاجت روائی فرماتا ہے اور سال بھر تک تمام مصیبتوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ مجھ کو مشائخ سے دُعا پہنچی ہے میں تمام مسلمانوں کو جو اس کے پڑھنے کے خواہش مند ہوں اجازت دیتا ہوں۔ احقر نفیس الحسینی

اَللّٰھُمَّ یَاذَاالْمَنِّ وَلَا یُمَنُّ عَلَیْکَ یَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ یَاذَا الطَّوْلِ وَالْاِنْعَامِ لَآاِلٰہَ اِلَّآاَنْتَ ظَھْرَاللَّاجِئِیْنَ وَجَارَ الْمُسْتَجِیْرِیْنَ وَاَمَانَ الْخَائِفِیْنَ اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ کَتَبْتَنِیْ عِنْدَکَ فِیْ اُمِّ الْکِتَابِ شَقِیًّا اَوْ مَحْرُوْمًا اَوْ مَطْرُوْدًا اَوْ مُقْتَرًا عَلَیَّ فِی الرِّزْقِ فَامْحُ اللّٰھُمَّ بِفَضْلِکَ شَقَاوَتِیْ وَحِرْمَانِیْ وَطَرْدِیْ وَ اقْتَارِ رِزْقِیْ وَاَثْبِتْنِیْ عِنْدَکَ فِیْ اُمِّ الْکِتَابِ سَعِیْدًا مَّرْزُوْقًامُّوَفَّقًا لِّلْخَیْرَاتِ

فَاِنَّکَ قُلْتَ وَقَوْلُکَ الْحَقُّ فِیْ کِتَابِکَ الْمُنَزَّلِ عَلٰی لِسَانِ نَبِیِّکَ الْمُرْسَلِ یَمْحُوا اللّٰہُ مَایَشَآءُ وَ یُثْبِتُ وَعِنْدَ ہٗ اُمُّ الْکِتَابِ اِلٰھِیْ بِالتَّجَلِّی الْاَعْظَمِ فِیْ لَیْلَۃِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ الْمُکَرَّمِ الَّتِیْ یُفْرَقُ فِیْھَا کُلُّ اَمْرٍ حَکِیْمٍ وَّیُبْرَمُ اَنْ تَکْشِفَ عَنَّا مِنَ الْبَلَاءِ مَانَعْلَمُ وَمَا لَا نَعْلَمُ وَمَا اَنْتَ بِہٖ اَعْلَمُ اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعَزُّالْاَکْرَمُ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ.

ترجمہ : ''اے اللہ! اے احسان فرمانے والے، تجھ پر احسان نہیں کیا جاتا۔ اے عزت اور بزرگی والے۔ اے قدرت اور انعام والے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو پناہ لینے والوں اور امان طلب کرنے والوں اور ڈرے ہوؤں کی پناہ ہے۔ اے اللہ! اگر تو نے اپنی کتاب تقدیر میں میرا بد بخت ہونا یا نامُرادیا مردود ہونا یا میرے رزق کا تنگ ہونا لکھا ہے تو اے اللہ اپنے فضل سے میری بد بختی اور میری محرومی اور میری نامُرادی اور میرے رزق کی تنگی کے فیصلے کو مٹا دے اور اپنی کتاب میں میرے لیے نیک بخت ہونے، کشادہ رزق پانے اور نیکیوں کی توفیق پانے کا فیصلہ لکھ دے۔ کیونکہ تو نے اپنے بھیجے ہوئے نبی ﷺ پر نازل کردہ کتاب میں فرمایا ہے اور تو سچ ہی فرماتا ہے کہ اللہ جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جو چاہتا ہے لکھ دیتا ہے اور اسی کے پاس کتابِ تقدیر ہے۔ اے اللہ! تجھ سے اُس تجلی کے واسطے سے (سوال کرتا ہوں) جو شعبان کی پندرھویں رات میں (جس میں ہر حکمت والے معاملے کا فیصلہ کیا جاتا ہے) نازل ہوتی ہے کہ تو ہم سے ہر مصیبت ٹال دے جو ہم جانتے ہیں اور جو ہم نہیں جانتے اور جس کو تو زیادہ جانتا ہے۔ بے شک تو ہی عزت و بزرگی والا ہے اور درُود و سلام ہو ہمارے آقا محمد ﷺ اور آپ کی آل اور اصحاب پر''۔

☆☆☆

آپ کے دینی مسائل

☆

﴿ نماز کے مستحبات ﴾

(۱) دونوں قدموں کے درمیان چار انگلی کی مقدار یا اس کے قریب قریب فاصلہ چھوڑنا۔

(۲) ہر رکعت میں الحمد کے بعد جب سورت ملائے تو اس سے پہلے بسم اللہ پڑھنا۔

(۳) تکبیر تحریمہ کے وقت جبکہ کوئی عذر نہ ہو دونوں ہاتھ چادر وغیرہ سے باہر نکال کر اُٹھانا۔

(۴) منفرد کو رکوع و سجود میں تین تین مرتبہ سے زیادہ لیکن طاق عدد میں تسبیح پڑھنا۔

(۵) جمائی آئے تو منہ خوب بند کر لے اور اگر کسی طرح نہ رُکے تو ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت کی طرف سے روکے۔

(۶) دونوں سجدوں کے درمیان جلسہ میں یہ دُعا پڑھنا اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاھْدِنِیْ وَعَافِنِیْ وَارْزُقْنِیْ یا صرف رَبِّ اغْفِرْلِیْ ایک مرتبہ یا تین مرتبہ۔

(۷) قنوت میں خاص اس دُعا کا پڑھنا اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُکَ۔

(۸) جب کھڑا ہو تو اپنی نگاہ سجدہ کی جگہ رکھے اور جب رکوع میں جائے تو پاؤں پر اور جب سجدہ کرے تو ناک پر نگاہ رکھے۔ جلسہ اور قعدہ میں نگاہ گود پر رکھے اور سلام پھیرتے وقت کندھوں پر نگاہ رکھے۔

مسئلہ : نماز ختم کر چکنے کے بعد دونوں ہاتھ سینے تک اُٹھا کر پھیلائے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے دُعا مانگے اور امام ہو تو تمام مقتدیوں کے لیے بھی اور دُعا مانگ چکنے کے بعد دونوں ہاتھ منہ پر پھیر لے۔ مقتدی خواہ اپنی اپنی دُعا مانگیں یا امام کی دُعا سنائی دے تو سب آمین آمین کہتے رہیں۔

مسئلہ : جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں جیسے ظہر، مغرب، عشاء ان کے بعد بہت دیر تک دُعا نہ مانگے بلکہ مختصر دُعا مانگ کر ان سنتوں کے پڑھنے میں مشغول ہو جائے اور جن نمازوں کے بعد سنتیں نہیں ہیں جیسے فجر، عصر، ان کے بعد جتنی دیر تک چاہے دعا مانگے اور امام ہو تو مقتدیوں کی طرف دائیں یا بائیں منہ پھیر کر بیٹھ جائے اس کے بعد دُعا مانگے۔ بشرطیکہ کوئی مسبوق اس کے بالکل پیچھے نماز نہ پڑھ رہا ہو۔ اگر ایک یا دو صفیں پیچھے ہو تو کچھ حرج نہیں۔

مسئلہ : فرض نمازوں کے بعد بشرطیکہ ان کے بعد سُنتیں نہ ہوں ورنہ سنت کے بعد مستحب ہے کہ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ تین مرتبہ اور آیۃ الکرسی، قُلْ ھُوَاللّٰہُ اَحَدٌ، قُلْ اَعُوْذُ

بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ایک ایک مرتبہ پڑھ کر تینتیس مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہ اور اسی قدر اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور چونتیس مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ پڑھے۔

نماز میں قراءت کے چند مسائل :

مسئلہ : حضر میں یعنی جبکہ سفر میں نہ ہو اور اطمینان کی حالت میں ہو تو سنت یہ ہے کہ فجر کی نماز کی دونوں رکعتوں میں الحمد کے سوا چالیس یا پچاس آیتیں پڑھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ساٹھ سے سو تک پڑھے۔ ظہر کی دونوں رکعتوں میں بھی فجر کی مثل یا اس سے کم پڑھے۔ عصر اور عشاء کی دونوں رکعتوں میں الحمد کے سوا پندرہ یا بیس آیتیں پڑھے اور مغرب کی ہر رکعت میں پانچ آیتیں یا کوئی چھوٹی سورت پڑھے اور مستحسن یہ ہے کہ فجر اور ظہر میں ''طوال مفصل'' پڑھے یعنی سورہ حجرات سے سورہ بروج تک کی سورتیں اور عصر اور عشاء میں ''اوساط مفصل'' پڑھے یعنی سورہ والطارق سے سورہ الم یکن تک کی سورتیں اور مغرب میں ''قصار مفصل'' میں سے پڑھے یعنی سورہ اذا زلزلت سے آخر تک کی سورتیں۔

مسئلہ : فرض نمازوں میں مسنون قرأت کی مقدار کا حکم منفرد کے لیے بھی وہی ہے جو امام کے لیے ہے۔

مسئلہ : وتر کی نماز میں الحمد کے سوا کوئی سورت مقرر نہیں جو چاہے پڑھ لے لیکن رسول اللہ ﷺ سے روایت ہے کہ آپ نے پہلی رکعت میں سورۃ اعلیٰ، دوسری میں کافرون اور تیسری میں قل ھو اللہ احد پڑھی ہیں۔ اس لیے مستحب یہ ہے کہ کبھی تبرکاً یہ سورتیں پڑھے۔

مسئلہ : صرف فجر کی نماز میں امام کے لیے پہلی رکعت میں بہ نسبت دوسری رکعت کے لمبی قرأت کرنا مستحب ہے۔

مسئلہ : اصل یہ ہے کہ فرض کی ہر رکعت میں الحمد کے سوا ایک ہی سورت پڑھے۔

مسئلہ : اگر فرضوں کی ایک رکعت میں ایسی دو سورتیں پڑھے کہ ان دونوں کے درمیان ایک یا کئی سورتوں کا فصل ہے تو مکروہ ہے اور اگر ان کے درمیان کوئی فاصلہ نہ ہو تو مضائقہ نہیں لیکن فرضوں میں اس طرح دو سورتیں پڑھنا خلاف اولیٰ ہے۔

مسئلہ : اگر دونوں رکعتوں میں دو سورتیں پڑھے اور ان کے درمیان ایک بڑی سورت یا دو چھوٹی سورتیں ہوں تو مکروہ نہیں اور اگر صرف ایک چھوٹی سورت کا فصل ہے تو مکروہ ہے۔

مسئلہ : اگر پہلی رکعت میں ایک سورت سے ایک جگہ سے پڑھے اور دوسری رکعت میں اسی سورت میں سے دوسری جگہ سے پڑھے تو اگر دونوں جگہوں میں دو آیتوں کا یا زیادہ کا فاصلہ ہو تو مکروہ نہیں۔ پھر بھی بہتر ہے کہ ایسا نہ کرے اور اس سے کم فاصلہ ہو تو مکروہ ہے۔

مسئلہ : ایک سورت کا ایک رکعت میں بار بار پڑھنا فرضوں میں مکروہ ہے نفلوں میں کچھ حرج نہیں۔

مسئلہ : فرضوں میں جو سورت پہلی رکعت میں پڑھی ہے وہی سورت دوسری رکعت میں پڑھ لی تو نماز ہوگئی لیکن ایسا کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ البتہ اگر مجبوری ہوجائے مثلاً اتفاق سے پہلی رکعت میں سورۃ الناس پڑھ لی تو دوسری رکعت میں بھی اسی کو پڑھ لے۔

مسئلہ : قرآن پاک میں سورتیں جس ترتیب سے لکھی ہیں نماز میں اُلٹ ترتیب سے پڑھنا مکروہ ہے لیکن اگر بھولے سے ایسا ہوجائے تو مکروہ نہیں۔

مسئلہ : جب کوئی سورت شروع کرے تو بے ضرورت اس کو چھوڑ کر دوسری سورت شروع کرنا مکروہ ہے۔

مسئلہ : جس کو نماز بالکل نہ آتی ہو یا نیا نیا مسلمان ہوا ہو وہ سب جگہ سبحان اللہ سبحان اللہ وغیرہ پڑھتا رہے تو فرض ادا ہوجائے گا۔ لیکن نماز برابر سیکھتا رہے۔ اگر نماز سیکھنے میں کوتاہی کرے گا تو بہت گنہگار ہوگا۔

مسئلہ : فرض نمازوں میں اگر امام ترغیب یا ترہیب (ڈراوے) کی کوئی آیت پڑھے تو امام اور مقتدی اس پر کچھ دُعا نہ کریں۔ اسی طرح سورہ والتین یا سورہ غاشیہ کے ختم ہونے پر بھی امام اور مقتدی کچھ نہ کہیں البتہ نفل نمازوں میں دُعا کرسکتے ہیں۔

نمازی کے آگے سے گزرنا :

مسئلہ : بڑی مسجد اور کھلے میدان میں نمازی سے اتنے فاصلے پر گزرنا جائز ہے کہ نمازی کی نظر جب سجدہ کی جگہ پر ہو تو گزرنے والے پر نظر نہ پڑے۔ اس کا عام اندازہ یہ ہے کہ نمازی کے کھڑے ہونے کی جگہ سے دو صف چھوڑ کر آگے سے گزر سکتا ہے۔ اور بڑی مسجد وہ کہلاتی ہے جس کا طول اور عرض ہر ایک بیس گز سے کم نہ ہو۔

اور جو مسجد اس سے چھوٹی ہو اس میں سترہ کے بغیر نمازی کے آگے سے نکلنا جائز نہیں ہے اگر چہ دو یا زائد صفوں کا فاصلہ چھوڑ کر ہی گزرے۔

مسئلہ : چبوترہ یا تخت وغیرہ اونچی جگہ پر نماز پڑھنے والے کے آگے سے گزرنا جبکہ گزرنے والے کا کوئی عضو نمازی کے کسی عضو کے سامنے ہوتا ہو تو بھی گزرنا مکروہ تحریمی ہے۔ البتہ اگر وہ جگہ اتنی بلند ہو کہ نمازی کے قدم گزرنے والے کے سر سے اونچے ہوں یعنی وہ جگہ گزرنے والے کے قد سے اونچی ہو تو مکروہ نہیں۔

اسی طرح اگر نماز پڑھنے والا نیچے ہو اور سامنے سے گزرنے والا کسی اونچی جگہ پر ہو لیکن گزرنے والے کے پاؤں بھی اگر نمازی کے سر کے سامنے ہوتے ہوں تو گزرنا جائز نہیں۔

مسئلہ : اگر اگلی صف میں خالی جگہ چھوڑ کر کوئی شخص پیچھے صف میں کھڑا ہو گیا تو بعد میں آنے والے شخص کے لیے جائز ہے کہ وہ اگر کوئی اور جگہ نہ پائے تو نمازی کے سامنے سے گزر کر اگلی صف میں جگہ کو پُر کرے۔

مسئلہ : جو شخص نمازی کے بالکل سامنے بیٹھا ہے وہ دائیں یا بائیں کو ہو کر نکل سکتا ہے۔ جو منع ہے وہ نمازی کے سامنے سے آر پار ہونا ہے۔

مسئلہ : اگر کوئی اکیلا شخص نمازی کے آگے سے گزرنا چاہتا ہے اور اس کے پاس کوئی ایسی چیز ہے جو سترہ کے قابل ہو مثلاً کرسی وغیرہ تو اُسے نمازی کے سامنے رکھ کر اس کے پرے سے گزر جائے پھر اس چیز کو اُٹھالے۔

مسئلہ : اگر دو شخص نمازی کے آگے سے گزرنا چاہیں تو ان میں سے ایک شخص نمازی کے آگے پیٹھ کر کے کھڑا ہو جائے اور دوسرا شخص اس کے پرے سے گزر جائے۔ پھر دوسرا شخص نمازی کے سامنے آکر کھڑا ہو جائے اور پہلا شخص اپنی طرف کو واپس جا کر اس شخص کے پرے سے گزر جائے۔ پھر یہ دوسرا شخص بھی اپنی طرف کو واپس نکل جائے۔

مسئلہ : نمازی کے سامنے کوئی شخص پشت کیے بیٹھا ہو تو بیٹھے ہوئے شخص کے سامنے سے اور لوگ گزر سکتے ہیں اور بیٹھا ہوا شخص بمنزلہ سترہ کے ہوگا۔

سترہ کے مسائل :

مسئلہ : امام کو اور ایسا ہی منفرد کو جب کہ گھر یا میدان میں نماز پڑھتا ہو مستحب ہے کہ اپنی ابرو کے سامنے خواہ دائیں جانب یا بائیں جانب کوئی ایسی چیز کھڑی کرلے جو ایک ہاتھ یا اس سے زیادہ اُونچی اور ایک انگلی کے برابر موٹی ہو۔ ہاں اگر مسجد میں نماز پڑھتا ہو یا ایسے مقام میں جہاں لوگوں کا نماز کے سامنے سے گزر نہ ہوتا ہو تو اس کی کچھ ضرورت نہیں اور امام کا سترہ تمام مقتدیوں کی طرف سے کافی ہے۔ سترہ قائم ہو جانے کے بعد سترہ کے آگے سے نکل جانے میں کچھ گناہ نہیں لیکن اگر سترہ کے اندر سے کوئی شخص نکلے گا تو وہ گناہگار ہوگا۔

اگر لکڑی لاٹھی وغیرہ کا گاڑنا ممکن نہ ہو تو اُس کو زمین پر رکھ دے اور سامنے لمبائی میں رکھے چوڑائی میں نہ رکھے۔

جامعہ مدنیہ جدید کے تعلیمی حالات

☆☆☆

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد! شعبان المعظم کا مہینہ شروع ہو چکا ہے رمضان المبارک کی آمد آمد ہے یہ دو مہینے دینی مدارس کی سالانہ چھٹیوں کے ہیں دل چاہا کہ قارئین کرام اور خیر خواہانِ جامعہ مدنیہ جدید کو گزشتہ تعلیمی سال کے احوال سے مختصراً آگاہ کر دیا جائے۔ خیر خواہانِ جامعہ جدید کو یہ جان کر یقینی طور پر خوشی ہوگی کہ گزشتہ تعلیمی سال کے آغاز سے جامعہ جدید میں درجہ کتب کا بھی سلسلہ شروع ہو چکا ہے بحمد اللہ ملک کے چاروں صوبوں کے طلبا جن کی تعداد ۲۵ سے ۳۰ کے درمیان رہی سال بھر علم کے حصول میں مصروف رہے مشفق اساتذہ کی زیرِ نگرانی تعلیمی سلسلہ اُمید افزاء رہا۔ مولوی محمد خلیل صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ ہمہ وقت طلباء کی تعلیمی سرگرمیوں کی نگرانی کرتے رہے ان کے بڑے بھائی مولانا محمد حسن صاحب ہفتہ میں ایک بار جامعہ محمدیہ چوبرجی سے آکر ہفتہ بھر کی تعلیم کی جانچ پڑتال کرتے رہے۔ جامعہ جدید کے ناظمِ تعلیمات مولانا خالد محمود صاحب فنون کی اہم کتابوں کی ہفتہ میں ایک دن تعلیم دیتے ہیں لاہور کے مختلف مقامات سے آنے والے فضلاء ان سے فنون کی تعلیم حاصل کرتے ہیں، راقم الحروف بھی حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی نور اللہ مرقدہٗ کی کتاب ''تقریر دل پذیر'' جامعہ کے مدرس اور ذی استعداد طلباء کو پڑھاتا رہا۔ حضرت نانوتویؒ کے ''علمِ کلام'' سے متعلق کتب کو باقاعدہ ہر سال پڑھاتے رہنے کا ارادہ ہے اللہ تعالیٰ آسان اور قبول فرمائے۔ حفظ و ناظرہ کے طلباء کو ملا کر طلباء کی مجموعی تعداد پچاس سے ساٹھ کے درمیان رہی۔ ہفتہ وار مجلسِ ذکر اور درس حدیث کا سلسلہ بھی بحمد اللہ ''خانقاہ حامدیہ'' متصل جامعہ جدید میں شروع ہو چکا ہے سال کے اکثر حصے میں بروز اتوار بعد ظہر اس کا ''حلقہ'' ہوتا تھا آخر کے دو ماہ سے یہ ''حلقہ'' بعد مغرب کر دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو ہمارے لیے صدقہ جاریہ بنائے۔ آمین۔

اب شعبان المعظم میں مولوی حسن صاحب حفظ اللہ تعالیٰ من شرور والفتن جامعہ جدید میں دورہ صرف ونحو (عربی گرامر) شروع کرا رہے ہیں بڑی تعداد میں طلباء کی آمد متوقع ہے۔ عزیز القدر مولوی محمد حسن صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ نے صَرف ونحو (عربی گرامر) سے خصوصی مناسبت عطا فرمائی ہے اس فن میں انہوں نے کتابیں بھی لکھی ہیں جو مقبولِ عام ہیں ملک بھر سے صَرف ونحو کے طلباء ان کی طرف کھنچے چلے آتے ہیں اور خصوصیت کے ساتھ اس فن میں ان سے استفادہ کرتے ہیں۔ اہلِ علم جانتے ہیں کہ ہر طالب علم کی اگلے درجوں میں علمی قابلیت کا مدار صَرف اور نحو پر ہوتا ہے اس کا استحکام اس کو اگلی تمام کتابوں میں مستحکم کر دیتا ہے اور اگر خدانخواستہ اس میں کمی رہ جائے تو اگلی تعلیم پر اس کا بہت برا اثر پڑتا ہے اللہ تعالیٰ عزیز موصوف کو مزید ترقیات عطا فرمائے اور طالبانِ علم ان سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کرتے

رہیں مجھے گزشتہ برس انہی کی زبانی یہ بات جان کر بہت خوشگوار حیرت ہوئی جب انہوں نے یہ انکشاف کیا کہ صرف ونحو کی تعلیم مجھ ناکارہ سے جامعہ ہی میں حاصل کی تھی ذہن پر زور دیا تو تقریباً بیس برس قبل اُن کا طالب علمی کا زمانہ نگاہوں کے سامنے گھوم گیا غائبانہ تعلقِ خاطر پہلے بھی تھا مگر اس انکشاف کے بعد اس روحانی تعلق میں بہت اضافہ ہو گیا۔ حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ کے انقلابی مقاصد کی تکمیل کی خاطر جامعہ مدنیہ جدید کے لیے عزیز موصوف کا اپنی خدمات کو وقف کرنا قابلِ تحسین ومبارکباد ہے کسی بھی قدر شناس طالب علم کی قدر دانی کا تقاضا بھی یہی ہونا چاہیے کہ وہ اپنی خدمات وصلاحیتوں کو اپنی مادرِ علمی پر نچھاور کر دے۔ سو ہم ان سے اچھی اُمیدیں وابستہ رکھتے ہوئے دُعاء کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اخلاص کے ساتھ اپنے دین کی خدمت کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ اور حضرت اقدس والد گرامی نور اللہ مرقدہ جامعہ مدنیہ جدید اور خانقاہ کی شکل میں جس مقدس مہم کا آغاز کرنا ہی چاہتے تھے اس میں ہماری قدم بقدم دستگیری فرما کر سرخرو فرمائے اور تا قیامت اس کو ہم سب کے لیے صدقہ جاریہ بنائے۔

انشاء اللہ رمضان المبارک کے بعد تعلیمی سال کے آغاز پر شوال کے اول میں طلباء کا باقاعدہ داخلہ ہوگا اللہ تعالیٰ ہر قسم کے انتظام میں آسانیاں فرما کر اپنی بارگاہ میں قبولیت سے سرفراز فرمائے اور حضرت اقدس بانی جامعہ مدنیہ جدید کی حسبِ خواہش اس کو ظاہری وباطنی فیض کا قیامت تک کے لیے سرچشمہ بنائے اور ہم سب کو حضرت اقدسؒ کے مشن کی تکمیل میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ محمود میاں غفرلہٗ

☆☆☆

بقیہ فہمِ حدیث

حضرت ابورزین عقیلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے ایک دن رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا۔ یارسول اللہ ! کیا قیامت میں ہم میں سے ہر ایک اپنے رب کو اکیلا (بغیر بھیڑ بھاڑ اور کشمکش کے) دیکھ سکے گا؟ آپ نے فرمایا ہاں! دیکھ سکے گا۔ میں نے عرض کیا اور کیا مخلوق میں اس کی کوئی نشانی (اور ہماری اس دنیا میں اس کی کوئی مثال بھی) ہے؟ آپ نے فرمایا: اے ابورزین! کیا چودھویں رات کو تم میں سے ہر ایک چاند کو بجائے خود اور اکیلا بغیر بھیڑ بھاڑ کے نہیں دیکھتا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ: ہاں بیشک (چاند کو تو ہم سب اسی طرح دیکھتے ہیں)۔ آپ نے فرمایا کہ وہ تو اللہ کی مخلوق میں سے بس ایک ادنیٰ مخلوق ہے اور اللہ تو بڑی جلالت والا اور نہایت عظمت والا ہے (پھر اس کے لیے کیا چیز مشکل ہے)۔ (جاری ہے)

تقریبِ سنگِ بنیاد

☆

جامعہ مدنیہ جدید میں دارالاقامہ (ہاسٹل) کی فوری ضرورت کے پیشِ نظر حضرت اقدس خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم ۱۱/ اکتوبر بروز ہفتہ بعد از نماز عصر اپنے دستِ مبارک سے سنگِ بنیاد رکھیں گے۔ اس مبارک تقریب میں بانیٔ جامعہ حضرت اقدس مولانا سید حامد میاں صاحب رحمہ اللہ کے مریدین ومعتقدین اور خیر خواہانِ جامعہ جدید شریک ہو کر دعائے خیر فرمائیں۔

متمنی شرکت

محمود میاں غفرلہٗ و اراکین جامعہ مدنیہ جدید

محمد آباد رائیونڈ روڈ لاہور

فون نمبر : 042-7726702

موبائل : 0333-4249301

بابائے جمہوریت نواب زادہ نصراللہ خان صاحب کا سانحۂ ارتحال

﴿ حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب ﴾

''پاکستان جمہوری پارٹی'' اور سیاسی اتحاد ''اے آر ڈی'' کے سربراہ بابائے جمہوریت اور بزرگ سیاستدان نواب زادہ نصراللہ خان صاحب گزشتہ ماہ کی ۲۷ رتاریخ کو وفات پا گئے انا للہ وانا الیہ راجعون ۔مرحوم موجودہ دور کے بزرگ ترین سیاستدان تھے جو اپنی زندگی کے آخری سانس تک متحرک رہے آپ کی سیاسی زندگی بے داغ اور اُصولی تھی آپ کی وفات سے قوم بہت بڑے ناقابلِ تلافی نقصان سے دوچار ہوگئی ہے ۔آپ نے سیاسی زندگی کا آغاز انگریز سامراج کے خلاف آواز اُٹھاتے ہوئے اُس وقت کی سیاسی جماعت ''مجلسِ احرارِ اسلام'' کے پلیٹ فارم سے کیا اور انگریز سامراج کے خلاف مجلس کے ہر فیصلہ پر لبیک کہا قادیانیوں کے خلاف تحریکِ ختمِ نبوت میں بھی آپ کی نمایاں خدمات ہیں، اکابر دیوبند سے آپ کو بے لوث عقیدت تھی دل کی گہرائیوں سے اُن کا اکرام کرتے تھے۔حضرت اقدس بانیٔ جامعہ مدنیہ جدید کی خدمت میں نیازمندی کے ساتھ بکثرت تشریف لاتے ،اُن کی وفات کے بعد بھی اپنی جامعہ آمدورفت کے سلسلہ کو قائم رکھا۔ راقم کی جب بھی ملاقات ہوتی تو جامعہ جدید کے حالات بکثرت معلوم کرتے تھے۔ امیر الہند حضرت مولانا سید اسعد صاحب مدنی دامت برکاتہم سے ملاقات کی غرض سے بھی جامعہ میں تشریف فرما ہوئے آپ کی ذات شرافت وضعداری کا ایسا اعلیٰ نمونہ تھی کہ جس کی مثال سیاستدانوں میں دیکھنے کو نہیں ملتی۔حزب اختلاف کے پلیٹ فارم سے آپ کی طویل اور انتھک جدوجہد آنے والی نسلوں کے لیے سبق کی حیثیت رکھتی ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ نواب صاحب مرحوم کی مغفرت فرما کر آخرت کے بلند ترین درجات عطا فرمائے۔ اُن کے صاحبزادگان اور دیگر پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق ہو۔ملک وقوم کے لیے آپ کی وفات سے پیدا ہونے والے خلا کو اللہ تعالیٰ آپ جیسے مخلص اور بے لوث سیاستدان پیدا فرما کر پورا فرمائے ملک وقوم کے اس عظیم نقصان میں ادارہ اپنے کو برابر کا شریک جانتا ہے اور ان کے پسماندگان کی خدمت میں تعزیت مسنونہ پیش کرتا ہے۔ جامعہ مدنیہ جدید اور خانقاہ حامدیہ میں مرحوم کے لیے ایصالِ ثواب اور دُعاءِ مغفرت کرائی گئی اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔آمین۔

قسط:۲

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت علیؓ کے ساتھ اُن کا اتصال

☆

﴿ جناب ڈاکٹر محمد مظہر بقاء صاحب، تلمیذ حضرت مدنیؒ ﴾

حضرت علیؓ کے ساتھ حضرت حسن بصریؒ کا لقاء وسماع :

دوسرے صحابہؓ کی طرح حضرت علیؓ سے حضرت حسنؒ کے لقاء اور سماع کے بارے میں بھی اختلاف ہے بلکہ دوسروں کے مقابلہ میں یہ اختلاف زیادہ شدت اور اہمیت اختیار کر گیا ہے جس کا ایک اہم سبب یہ بھی ہے کہ تصوف کے بیشتر سلاسل حضرت حسنؒ کے واسطے سے حضرت علیؓ تک پہنچے ہیں۔

صوفیاء بالاتفاق لقاء اور سماع کے قائل ہیں [1] اور محدثین چار واضح گروہوں میں منقسم ہیں :

(۱) بعض حضرات لقاء وسماع دونوں کے قائل ہیں مثلاً ذہبی، ابن حجر، ضیاء مقدسی اور سیوطی [2]

(۲) بعض حضرات لقاء وسماع دونوں کے منکر ہیں مثلاً ابن مدینی [3]

(۳) بعض حضرات لقاء کے تو قائل ہیں لیکن سماع کے قائل نہیں مثلاً ابو زرعہ [4]

(۴) بعض حضرات صراحتاً کچھ نہیں کہتے لیکن ان کے کلام سے اشارۃ یا اقتضاءً سمجھ میں آجاتا ہے کہ ان کا رجحان کیا ہے۔ مثلاً قتادہ [5] ابن اثیر [6] اور خطیب تبریزی [7]

محدثین کی ان مختلف آراء کا جائزہ لینے سے پہلے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ چند ایسے حقائق پیش کیے جائیں جن کی روشنی میں کسی واضح نتیجہ پر پہنچنا آسان ہو :

(۱) حضرت حسنؒ مدینہ میں پیدا ہوئے، شہادت عثمانؓ تک مدینہ ہی میں رہے، وہ شہادت عثمانؓ کے واقعہ

---

[1] قرۃ ص ۳۰۰ [2] اتحاف ص ۷۵ [3] تہذیب ۲/ ۲۶۷ [4] ایضاً [5] مسلم ۱/ ۱۰۶/ ۱۰۷ [6] الانتباہ ص ۱۸، ۳۱

[7] اکمال ص ۸

میں موجود تھے اور اس وقت وہ چودہ سال کے ہو چکے تھے۔ ۸

(۲) اس پورے عرصہ میں حضرت علیؓ بھی مدینہ میں رہے اور شہادت عثمانؓ کے بعد جب ان کی بیعت کو چار ماہ گزر گئے، تب وہ مدینہ سے بصرہ کی طرف تشریف لے گئے۔ ۹

(۳) حضرت حسنؓ حضرت اُم سلمہؓ کے گھر پر رہتے تھے ۱۰ اور حضرت اُم سلمہؓ کا مکان (دوسری ازواج مطہراتؓ اور حضرت علیؓ کے مکانات کی طرح) مسجدِ نبوی سے ملحق تھا ۱۱ اور توسیع عثمانی کے بعد بھی مسجد نبوی کی لمبائی چوڑائی ۱۶۰×۱۳۰ ذراع تھی ۱۲ اگر یہ فرض کرلیا جائے کہ حضرت علیؓ اور حضرت اُم سلمہؓ کے مکانات انتہائی فاصلہ پر ہونگے تب بھی یہ مسافت چند گز سے زیادہ نہیں ہوتی ۱۳

(۴) حضرت حسنؓ جب سات سال کے ہوئے ہونگے تو اسی وقت سے انہوں نے نماز پڑھنا شروع کیا ہوگا اور دس سال کا ہوجانے کے بعد تو ان کے نماز نہ پڑھنے کا سوال ہی نہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''بچہ جب سات سال کا ہوجائے تو اسے نماز کا حکم کرو اور جب دس سال کا ہوجائے تو مار کر پڑھواؤ'' ۱۴ اور جس دور کی یہ بات ہے اس دور کے متعلق یہ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ اس حدیث کے مقتضی پر عمل نہ کیا جاتا ہو۔

(۵) چونکہ حضرت علیؓ اور حضرت حسنؓ دونوں کی رہائش مسجد نبوی ہی سے متصل تھی اس لیے ظاہر ہے کہ پانچوں وقت کی نمازیں اور جمعہ اور عیدین کی نمازیں دونوں حضرات مسجد ہی میں ادا کرتے ہوں گے۔

(۶) جس زمانہ میں حضرت عثمانؓ محصور تھے، اور ایک روایت کے مطابق یہ حصار چالیس روز رہا ہے ۱۵ تو ان میں سے بیشتر اوقات کی نمازیں ایک روایت کے مطابق حضرت علیؓ نے پڑھائی ہیں ۱۶ ظاہر ہے کہ حصار کے زمانہ میں بھی حضرت حسنؓ نے مسجد نبوی ہی میں پانچوں وقت کی نمازیں حضرت علیؓ ہی کی اقتدا میں ادا کی ہوں گی اور جمعوں اور عیدین کے خطبے دیتے سُنا ہوگا۔ ۱۷

---

۸ تذکرۃ الحفاظ ۱/۱۷ ۹ تاریخ خمیس ۲/۲۷۷ ۱۰ کیونکہ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے تمام تذکرہ نگار تقریباً اس پر متفق ہیں کہ ان کی والدہ حضرت اُم سلمہ کی باندی تھیں اور حسن کے دودھ پینے کے زمانے میں جب ان کی والدہ کسی کام سے باہر چلی جایا کرتی تھیں اور حسن رونے لگتے تھے تو حضرت اُم سلمہؓ ان کے منہ میں اپنا پستان دیدیا کرتی تھیں اور اکثر دودھ بھی اُتر آتا تھا۔ ۱۱ القول ۱/۱۴۸، ۱۴۹ ۱۲ مستفاد من فصول من تاریخ المدینہ ص ۵۲، ۶۹ ۱۳ فتح خیبر کے بعد جب مسجد نبوی کی رسول اللہ ﷺ کے زمانہ ہی میں توسیع ہوئی ہے تو اس کا رقبہ ۱۰۰×۱۰۰ ذراع (ہاتھ) تھا۔ توسیع فاروقی کے بعد ۱۴۰×۱۲۰ ہوا۔ فصول من تاریخ المدینہ (ص ۵۲، ۶۹)۔ عہدِ عثمانی میں جو توسیع ہوئی اس کا حساب لگایا جائے تو لمبائی (شمالاً جنوباً) ۱۶۰ ذراع اور چوڑائی (شرقاً غرباً) ۱۳۰ ذراع ہوتی ہے۔ لہذا اس کے اطراف میں اس سے متصل واقع مکانات کے فاصلوں کو گزوں ہی میں ظاہر کیا جاسکتا ہے۔ ۱۴ ابوداؤد ۱/۱۱۵ ۱۵ الریاض النضرہ ۲/۱۶۳ ۱۶ ایضاً ۱۷ اتحاف ص ۷۹

(۷) شہادت عثمانؓ کے بعد حضرت علیؓ مدینہ میں چار ماہ مقیم رہے۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ ان کے ہاتھ پر بیعت کی جا چکی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس عرصہ میں تمام نمازیں حضرت علیؓ نے پڑھائی ہوں گی اور جمعوں کے خطبے بھی دیے ہوں گے۔ اور اس عرصہ میں حسنؒ بھی جیسا کہ علامہ سیوطیؒ لکھتے ہیں مدینہ میں تھے، وہ حضرت علیؓ کے کوفہ روانہ ہوجانے کے بعد مدینہ سے بصرہ کے لیے نکلے ہیں لہٰذا اس عرصہ میں انہوں نے حضرت علیؓ ہی کی اقتداء میں نمازیں پڑھی ہوں گی اور جمعوں کے خطبے سنے ہوں گے۔

(۸) حضرت عثمانؓ جو عمر میں حضرت علیؓ سے بڑے ہیں اور ان کی شہادت بھی حضرت علیؓ سے پہلے ہوئی ہے، حسن نے ان سے بھی روایت کی ہے [۱۸] اور بقول ذہبی و ابن مدینی انہوں نے کئی بار حضرت عثمانؓ کو خطبہ دیتے سنا ہے [۱۹]

یہ تمام حقائق اس امر کو ثابت کرنے کے لیے بالکل کافی ہیں کہ علیؓ سے حسنؒ کا لقاء بھی ہوا اور سماع بھی۔

بلوغ سے قبل کی روایت :

اگر یہ کہا جائے کہ یہ زمانہ حضرت حسنؒ کے بچپن کا زمانہ تھا اور بچوں کی بات کا کوئی اعتبار نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ محدثین کے نزدیک بچپن کا سماع معتبر ہے چنانچہ خطیب بغدادیؒ لکھتے ہیں کہ ''بعض لوگ پندرہ سال کو حد سماع مقرر کرتے ہیں، بعض تیرہ کو لیکن جمہور علماء کے نزدیک جس کا سن تیرہ سال سے بھی کم ہو اُس کا بھی سماع صحیح ہے اور ہمارے نزدیک یہی درست ہے۔ [۲۰]

نیز محدثین اس پر متفق ہیں کہ راوی نے اگر کوئی بات بالغ ہونے سے قبل سنی ہو لیکن اس کی روایت وہ بالغ ہونے کے بعد کرے اور وہ راوی ثقہ ہے تو اس کی روایت معتبر ہوگی [۲۱]

محدثین کا یہ مسلک دراصل اجماع صحابہ پر بھی مبنی ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے انتقال کے وقت سہل بن سعد ساعدی کی عمر پندرہ سال تھی [۲۲] ابن عباس کی دس سال (اور ایک روایت کے مطابق پندرہ سال) [۲۳] مسلمہ بن مخلد کی دس سال (اور ایک روایت کے مطابق چودہ سال) [۲۴] عبداللہ بن زبیر کی نو سال [۲۵] ابو حفص عمر بن سلمہ کی نو سال [۲۶] حسن بن علی کی آٹھ سال [۲۷] نعمان بن بشیر کی آٹھ سال [۲۸] مسور بن مخرمہ کی آٹھ سال [۲۹] اور ابو الطفیل کی سات سال تھی [۳۰] اور ان تمام اصاغر صحابہ کی روایت کو اکابر صحابہ نے قبول کیا۔ ان حضرات کی مرویات کتب حدیث میں موجود ہیں۔ مزید یہ کہ بخاری میں محمود بن الربیع کی وہ روایت بھی موجود ہے جس میں وہ کہتے ہیں کہ ''مجھے وہ کُلّی یاد ہے جو

---

۱۸ طبقات ۷/۱۵۷، تذکرۃ الحفاظ ۱/۷۱، تہذیب ۲/۲۶۴ ۱۹ تذکرۃ الحفاظ ۱/۷۱، القول ۱/۶۰ بحوالہ علل ۲۰ الکفایہ ص ۵۴ ۲۱ الکفایہ ص ۱۳۷ ۲۲ الکفایہ ص ۵۵ ۲۳ ایضاً ص ۵۹ ۲۴ ایضاً ص ۵۵ ۲۵ الکفایہ ص ۵۶ ۲۶ ایضاً ص ۵۹ ۲۷ ایضاً ص ۵۵ ۲۸ ایضاً ص ۵۶ ۲۹ ایضاً ص ۵۷ ۳۰ ایضاً ص ۵۶

رسول اللہ ﷺ نے ایک ڈول سے میرے منہ پر کی تھی، اس وقت میں پانچ سال کا تھا [۳۱] اس روایت کو امام بخاریؒ نے اس باب میں ذکر کیا ہے کہ "بچے کا سماع کب صحیح ہوتا ہے" جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ امام بخاریؒ جیسے متشدد محدث کے نزدیک بھی پانچ سال کی عمر کا سماع درست ہے۔

اور جب صورت حال یہ ہے تو پھر مختلف صحابہ سے جن میں حضرت علیؓ بھی شامل ہیں، حضرت حسن کی اس زمانہ کی روایتیں کیوں معتبر نہ ہوں جو انہوں نے چودہ سال کی عمر تک ان سے سنیں اور انہیں بلوغ کے بعد روایت کیا درانحالیکہ حسن کے ثقہ ہونے میں بھی کسی کو کلام نہیں۔

محدثین کا عقلی استدلال :

اگر یہ کہا جائے کہ ان دلائل سے زیادہ سے زیادہ لقاء اور سماع کا امکان ثابت ہوتا ہے، ان کا وقوع ثابت نہیں ہوتا، وقوع کے لیے ایسی روایات درکار ہیں جن میں صحیح اور صریح طور پر اس کا ذکر ہو کہ ایسا ہوا، تو اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو ایسی روایات بھی موجود ہیں جن سے لقاء اور سماع ثابت ہوتا ہے اور جو آئندہ ذکر کی جائیں گی، لیکن اگر تھوڑی دیر کے لیے ان سے قطع نظر کر لیا جائے تو بھی محض امکان کی وجہ سے لقاء اور سماع پر استدلال کرنا کوئی ایسی نئی بات نہیں جس کی سابق میں نظیر نہ ملتی ہو۔ خود محدثین کے یہاں یہ طرزِ استدلال ملتا ہے۔

ابن حیان (جو حسنؒ کے علیؓ کے ساتھ لقاء اور سماع کے منکر ہیں) اپنی صحیح میں لکھتے ہیں کہ جو شخص یہ گمان کرے کہ مجاہد نے عائشہ سے نہیں سنا تو یہ محض اس کا وہم ہوگا کیونکہ عائشہ کا انتقال ۵۷ھ میں ہوا جبکہ مجاہد ۲۱ھ میں پیدا ہو چکے تھے۔ [۳۲]

بیہقی معرفہ میں لکھتے ہیں کہ قیس بن سعد نے ان لوگوں سے بھی روایت کی ہے جو عمرو بن دینار سے عمر میں بڑے تھے اور ان کا انتقال بھی عمرو سے پہلے ہوا مثلاً عطاء بن ابی رباح اور مجاہد ابن جبر اور عمرو بن دینار سے ان لوگوں نے بھی روایت کی ہے جو قیس کے ہم عصر ہیں اور جو قیس سے پہلے ان سے ملے ہیں مثلاً ایوب سختیانی جنہوں نے انس بن مالک کو دیکھا ہے اور سعید بن جبر سے روایت کی ہے، اس کے بعد عمرو بن دینار سے روایت کی ہے۔ پس عمرو بن دینار سے قیس کی روایت کا کیوں انکار کیا جاتا ہے [۳۳]

حافظ مغرب ابن عبدالبر لکھتے ہیں کہ عروہ سے حبیب کے لقاء کا انکار نہیں کیا جا سکتا کیونکہ جو عروہ سے عمر میں بڑے ہیں اور جن کا انتقال بھی عروہ سے پہلے ہوا ہے، حبیب نے ان سے بھی روایت کی ہے [۳۴]

---

۳۱ بخاری ۱/۱۷ ۳۲ القول ۱/ ۶۲ ۳۳ القول ۱/ ۶۳ ۳۴ ایضاً ۱/ ۶۳

امام بخاریؒ کے شیخ علی بن المدینی جو اپنے تشدد میں بھی مشہور ہیں اور جو علیؓ سے حسنؒ کے سماع کے منکر ہیں اپنی علل میں لکھتے ہیں کہ میں اس سے انکار نہیں کرتا کہ مجاہد اُم ہانی سے ملے ہوں اس لیے کہ مجاہد کی طرح ان سے دوسرے متعدد افراد نے بھی روایت کی ہے مثلاً یوسف بن ماھک ، اور مجاہد کا صحابہ کی ایک جماعت سے لقاء ہوا ہے اور انہوں نے ان سے سنا ہے مثلاً عائشہؓ اور ابو ہریرةؓ ۳۵

اگر اس طرح کے عقلی دلائل اور اس طرح کے امکان لقاء سے مجاہد کے عائشہ اور اُم ہانی سے، قیس بن سعد کے عمرو بن دینار سے اور حبیب کے عروہ سے لقاء وسماع پر استدلال کیا جا سکتا ہے تو اسی طرح کے بلکہ ان سے بھی زیادہ قوی دلائل سے حسنؒ کے علیؓ سے لقاء اور سماع پر استدلال کیوں نہیں کیا جا سکتا۔

خلاصہ یہ ہے کہ جہاں تک واقعات کی ترتیب اور ان سے عقلی طور پر نتائج اخذ کرنے کا تعلق ہے اس اعتبار سے اس امر کا یقین کرنے میں کوئی شبہہ باقی نہیں رہتا کہ علیؓ سے حسنؒ کا لقاء بھی ہوا ہے اور سماع بھی۔

منکرین کے اقوال کا تفصیلی جائزہ :

پہلے گزر چکا ہے کہ محدثین میں سے بعض حضرات لقاء وسماع دونوں کے منکر ہیں ، بعض صرف سماع کا انکار کرتے ہیں اور بعض حضرات صراحتاً کچھ نہیں کہتے لیکن اُن کے کلام سے انکار کا رجحان واضح طور پر مترشح ہوتا ہے۔

ابن مدینیؒ :

ان حضرات میں سے ایک ابن مدینی ہیں جو کہتے ہیں :

"لم یر علیا الا ان کان بالمدینہ و ھو غلام " ۳۶ (ترجمہ) انہوں نے علیؓ کو نہیں دیکھا مگر یہ کہ علیؓ مدینہ میں تھے اور وہ اس وقت کم عمر تھے۔

گویا ابن مدینی دونوں کا بیک وقت مدینہ میں ہونا تسلیم کرتے ہیں اس کے باوجود رویت کے منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ حسنؒ اس وقت بچے تھے۔ بچپن کی عمر کو ظاہر کرنے کے لیے انہوں نے "غلام" کا لفظ استعمال کیا ہے اور بچہ کے لیے غلام کا لفظ اس وقت بولا جاتا ہے جب اس کی مسیں بھیگ رہی ہوں ۳۷

مسیں چودہ پندرہ سال کے قریب ہی بھیگتی ہیں اور یہ وہی زمانہ ہے جب شہادت عثمانؓ کا اور بیعت علیؓ کا

---

۳۵ ایضاً ۱/ ۶۳ ۳۶ تہذیب ۲/ ۲۶۷ ۳۷ اور ایک ضعیف قول یہ بھی ہے کہ ولادت سے جوانی تک کی پوری مدت کے لیے غلام کا لفظ بولا جاتا ہے چنانچہ لسان العرب (۱۵/ ۳۳۶) میں ہے "الغلام الطار الشاب وقیل ھو من حین یولد الی ان یشب" یعنی غلام وہ ہے جس کی مونچھیں نکل رہی ہوں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ پیدا ہونے سے جوان ہونے تک کے لیے غلام کا لفظ بولا جاتا ہے۔

واقعہ پیش آیا ہے۔ گویا ابن مدینی کے نزدیک بھی علیؓ اور حسنؒ کا مدینہ میں اجتماع اس وقت تک ہے جب حسنؒ چودہ سال کے ہو چکے تھے۔

پھر عجیب بات ہے کہ دونوں مدینہ میں بھی ہیں، مدینہ کوئی بڑا شہر بھی نہیں، حضرت علیؓ کی شخصیت بھی ایسی شخصیت نہیں جو غیر معروف ہو اور حسنؒ اِن کے پڑوس میں حضرت اُم سلمہؓ کے گھر میں پرورش پا رہے ہیں اور اس عمر میں مدینہ میں ہیں کہ ان پر ''غلام'' کا لفظ صادق آتا ہے، اس کے باوجود ابن مدینیؒ کہتے ہیں کہ انہوں نے علیؓ کو نہیں دیکھا۔ اور عجیب تر بات یہ ہے کہ ابن مدینیؒ عمر کے اسی حصہ میں عثمانؓ سے حسنؒ کے نہ صرف لقاء ورویت بلکہ سماع تک کے قائل ہیں۔ چنانچہ کتاب العلل میں لکھتے ہیں **"قدسمع الحسن من عثمان وهو غلام"** ۳۸؎ یعنی حسنؒ نے عثمانؓ سے سنا جبکہ وہ کم عمر تھے۔

یہاں بھی ابن مدینیؒ نے حسنؒ کے لیے ''غلام'' کا لفظ استعمال کیا ہے جس سے کم از کم ان کی اتنی عمر تو معلوم ہوتی ہے جس میں سماع درست ہو۔ تو جب عثمانؓ کی خلافت کے دوران اِن کی یہ عمر تھی کہ عثمانؓ سے ان کا سماع درست ہو تو کم از کم یہی عمر علیؓ سے لقاء وسماع کے لیے ہونی چاہیے پھر عجیب بات ہے کہ ابن مدینی اس عمر میں عثمانؓ سے تو حسنؒ کے سماع کے قائل ہیں لیکن علیؓ کی رویت تک کے بھی قائل نہیں۔

ابوزرعہؒ :

ابن مدینی کے مقابلہ میں ابوزرعہ اس کے قائل ہیں کہ حسنؒ نے علیؓ کو دیکھا تو ہے لیکن ان سے سنا نہیں۔ چنانچہ جب ابوزرعہؒ سے یہ سوال کیا گیا کہ کیا حسنؒ نے بدریین میں سے کسی سے سنا ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ **"رآهم رويه راى عثمان و عليا"** یعنی کچھ کچھ دیکھا ہے، عثمانؓ کو بھی دیکھا ہے اور علیؓ کو بھی۔ اور جب ان سے پوچھا گیا کہ علی سے سنا بھی ہے تو انہوں نے جواب دیا **"لا راى عليا بالمدينه وخرج على الى الكوفة والبصرة ولم يلقه الحسن وقال الحسن را يت الزبير يبايع عليا"** ۳۹؎ یعنی علیؓ سے حسنؒ نے سنا نہیں، صرف انہیں مدینہ میں دیکھا ہے اور جب علیؓ کوفہ اور بصرہ کی طرف چلے گئے تو اس کے بعد ان سے حسنؒ کی ملاقات نہیں ہوئی اور حسنؒ نے یہ کہا ہے کہ میں نے زبیرؓ کو علیؓ سے بیعت کرتے دیکھا۔

ابوزرعہ کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ کوفہ اور بصرہ جانے سے پہلے مدینہ میں حضرت علیؓ کے قیام کا وہ پورا زمانہ ہے جس میں حسنؒ نے انہیں دیکھا اور یہ معلوم ہو چکا کہ یہ زمانہ ایک دو روز کا نہیں بلکہ پورے چودہ سال کا ہے چنانچہ

۳۸؎ القول ۱/۶۰ ۳۹؎ تہذیب ۲/۲۶۶، ۲۶۷

ابوزرعہ خود کہتے ہیں کہ "کان الحسن البصری یوم یویع لعلی بن ابی طالب ابن اربع عشرة سنة" ۴۰
یعنی جس روز علی کے لیے بیعت کی گئی اس روز حسن بصریؒ کی عمر چودہ سال تھی۔

اس کے ساتھ ساتھ ابوزرعہ کی یہ روایت بھی قابلِ لحاظ ہے کہ حسنؒ نے کہا کہ میں نے زبیر کو علیؓ سے بیعت کرتے دیکھا۔ اس روایت کی ذمہ داری اگرچہ ابوزرعہ نے اپنے اُوپر نہیں لی لیکن اسے نقل کر کے اس کا رد بھی نہیں کیا۔ اور اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ علیؓ کی بیعت کے وقت حسنؒ اور علیؓ دونوں مدینہ میں تھے۔

گویا چودہ سال کا طویل عرصہ ہے جس میں علیؓ اور حسنؒ دونوں مدینہ میں ہیں اور اس عرصہ میں حسنؒ نے علیؓ کو دیکھا بھی ہے پھر یہ کہنا کتنا عجیب ہے کہ ان سے سنا نہیں۔

امام بخاریؒ :

امام بخاریؒ کے بارے میں شاہ ولی اللہ صاحبؒ کہتے ہیں کہ وہ علیؓ سے حسنؒ کے اتصال کے قائل نہیں ۴۱ امام بخاریؒ کی طرف عدم اتصال کی نسبت غالباً اس لیے کی گئی ہے کہ اپنی جامع صحیح میں انہوں نے حسنؒ کی کسی ایسی روایت کی تخریج نہیں کی جو علیؓ سے مروی ہو۔

امام بخاری نے اگر کسی ایسی روایت کی تخریج اپنی جامع صحیح میں نہیں کی تو اس کی وجہ وہ سخت شرائط ہیں جن کا انہوں نے اپنی اس کتاب میں التزام کیا ہے۔ اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا درست نہیں کہ وہ علیؓ سے حسنؒ کے اتصال کے قائل نہیں کیونکہ امام بخاریؒ **ادب المفرد** میں یہ روایت ذکر کرتے ہیں کہ "حسنؒ نے کہا میں نے عثمانؓ کو اپنے خطبہ میں کتوں کو مار ڈالنے اور کبوتروں کو ذبح کرنے کا حکم دیتے سنا" ۴۲ اور دوسری روایت حسنؒ سے یہ ہے کہ عثمانؓ جمعہ کے ہر خطبہ میں کتوں کو مار ڈالنے اور کبوتروں کو ذبح کرنے کا حکم دیا کرتے تھے ۴۳ تو جب امام بخاریؒ اس کے قائل ہیں کہ انہیں عثمانؓ سے حسنؒ کا سماع ہوا تو اظہر یہی ہے کہ انہیں علیؓ سے بھی حسنؒ کے سماع کا قائل ہونا چاہیے۔ اور تاریخ صغیر میں امام بخاریؒ نے جو یہ روایت ذکر کی ہے کہ "حسنؒ نے علیؓ اور زبیرؓ کو معانقہ کرتے دیکھا" ۴۴ تو اس سے یہ ہی نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ اتصال کے قائل ہیں۔

امام مسلمؒ :

امام مسلمؒ کے بارے میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ وہ علیؓ سے حسنؒ کے اتصال کے قائل نہیں ۴۵

---

۴۰ فخر الحسن ص ۱۹ ۴۱ قرة ص ۳۰۰ ۴۲ ادب المفرد ۲/ ۶۸۵ ۴۳ ایضاً ۲/ ۶۸۴ ۴۴ تاریخ صغیر ص 198
۴۵ قرة ص ۳۰۰

امام مسلمؒ کی جانب یہ بات اس لیے منسوب کی جاتی ہے کہ انہوں نے اپنی صحیح کے مقدمہ میں قتادہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ **"واللہ ماحدثنا الحسن عن بدری مشافھة"** ۴۶؎ یعنی خدا کی قسم ہم سے حسنؒ نے کسی بدری سے مشافہة کوئی روایت نہیں کی۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے بھی مسلم کی طرف عدم اتصال کے انتساب کی دلیل میں قتادہ کا یہی قول پیش کیا ہے ۴۷؎

حقیقت یہ ہے کہ قتادہ اپنے اس قول سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ حسنؒ نے جو روایات ہم سے بیان کی ہیں ان میں کسی بدری سے مشافہة کوئی روایت نہیں۔ وہ یہ نہیں کہنا چاہتے کہ حسنؒ نے کسی بدری سے کوئی روایت کی ہی نہیں۔ اور اگر حسنؒ نے قتادہ سے کوئی ایسی روایت بیان نہیں کی تو اس سے یہ تو لازم نہیں آتا کہ انہوں نے کسی بدری سے کوئی بات سنی ہی نہ ہو۔ یہ تو جب لازم آتا کہ قتادہ نے کہا ہوتا کہ حسنؒ نے ہم سے بیان کیا ہے کہ ہم سے کسی بدری نے حدیث بیان نہیں کی یا یہ کہا ہوتا کہ حسنؒ نے صحابہ سے جو کچھ روایت کیا ہے وہ سب ہم سے بیان کر دیا ہے اور اس ذخیرہ میں کسی بدری سے کوئی روایت نہیں۔

قتادہ کے قول کی یہ تاویل اس لیے بھی درست ہے کہ جو بات انہوں نے حسنؒ کے بارے میں کہی ہے اسی طرح کی بات سعید بن المسیبؒ کے بارے میں بھی کہی ہے۔ وہ کہتے ہیں: **"واللہ ماحدثناالحسن عن بدری مشافھة ولا سعید غیر سعد"** ۴۸؎ یعنی حسنؒ کی طرح سعید نے بھی ہم سے سعد (ابن ابی وقاص) کے سوا کسی اور بدری سے مشافہة کوئی حدیث بیان نہیں کی۔ اگر اس کا مطلب یہ ہو کہ سعد ابن ابی وقاصؓ کے سوا کسی بدری صحابی سے سعید ابن المسیبؒ نے مشافہة کوئی روایت ہی نہیں کی تو یہ درست نہیں کیونکہ سعد بن ابی وقاصؓ کے علاوہ دوسرے صحابہ سے بھی ان کی مشافہة روایت کا ثبوت کتبِ حدیث سے ملتا ہے۔ امام بخاریؒ نے تاریخ صغیر میں سعید بن المسیبؒ کا یہ قول ذکر کیا ہے کہ میں نے علیؓ اور عثمانؓ کے درمیان صلح کرائی۔ ۴۹؎

امام بخاریؒ نے اپنی جامع صحیح میں بھی سعید بن المسیبؒ کی اس روایت کی تخریج کی ہے کہ عسفان کے مقام پر عثمانؓ اور علیؓ کے درمیان میرے سامنے اختلاف ہوا ۵۰؎

بخاری، مسلم، ترمذی اور تہذیب مزی میں ایسی متعدد روایتیں موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ سعید بن

۴۶؎ مسلم ۱/۱۰۷ ۴۷؎ قرة ص ۱۰۳ ۴۸؎ مسلم ۱/۱۰۷ ۴۹؎ تاریخ صغیر ص ۱۰۵ حج کے موقع پر افراد و تمتع کے بارے میں حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان جو اختلاف ہوا تھا، یہ صلح اس سے متعلق تھی۔ ۵۰؎ صحیح بخاری ۱/۲۱۳

المسیبؒ نے عثمانؓ اور علیؓ سے مشافہۃ روایت کہ ہے۔ ۵۱

تاریخ صغیر میں امام بخاریؒ نے حضرت سعید ابن المسیبؒ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ ''مجھے وہ دن یاد ہے جب عمرؓ نے ممبر پر نعمان بن مقرن کی شہادت کی خبر سنائی'' ۱

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت سعید ابن المسیبؒ نے حضرت عمرؓ سے بھی مشافہۃ روایت کی ہے۔ علامہ نوویؒ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ امام احمدؒ بھی سعید کی عمر سے مشافہۃ روایات کے قائل تھے۔ ۲ علامہ نوویؒ مزید لکھتے ہیں کہ سعیدؒ نے عمرؓ، عثمانؓ اور سعد بن ابی وقاصؓ سے سُنا۔ ۳ مزی کہتے ہیں کہ سعیدؒ نے خالد بن زیدؓ سے بھی روایت کی ہے جو بدری ہیں۔ ۴

معلوم ہوا کہ قتادہ کی اس بات کا کہ ''سعیدؒ نے بھی ہم سے سعدؓ کے سوا کسی بدری سے مشافہۃ کوئی حدیث بیان نہیں کی'' مطلب یہ ہے کہ یوں تو سعیدؒ نے دوسرے بدری صحابہ سے روایت کی ہے لیکن قتادہ سے سعیدؒ نے جو روایات بیان کی ہیں، ان میں سعدؓ کے سوا کسی بدری صحابی سے مشافہۃ کوئی روایت نہیں۔ اسی طرح قتادہ کی اس بات کا کہ ''ہم سے حسنؒ نے کسی بدری سے مشافہۃ کوئی حدیث بیان نہیں کی'' مطلب یہ لینا بالکل منطقی ہے کہ سعیدؒ کی طرح اگرچہ حسنؒ کی روایات بدری صحابہ سے مشافہۃ ہیں لیکن قتادہ سے انہوں نے جو روایات بیان کی ہیں، ان میں کسی بدری سے مشافہۃ کوئی روایت نہیں۔

امام ترمذیؒ :

امام ترمذیؒ حسن عن علی کی اس روایت کے ذکر کے بعد کہ '' **رفع القلم عن ثلثة** '' الحدیث، لکھتے ہیں کہ ''**ولا نعرف للحسن سماعا من علی** '' ۵۶ یعنی علیؓ سے حسنؒ کا سماع ہمیں معلوم نہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ علیؓ سے حسنؒ کے سماع کے قائل نہیں۔

لیکن امام ترمذیؒ نے یہ بات دراصل اس لیے کہی ہے کہ حسنؒ مدلس ہیں اور مدلس جب تک کسی روایت میں اپنے شیخ کو ایسے صیغہ سے بیان نہ کردے جو سماع میں صریح ہوتا ہے تو اس کی روایت متصل نہیں ہوتی ۵۷ اور کسی روایت میں کسی صریح صیغہ سے امام ترمذی کو علیؓ سے حسنؒ کا سماع معلوم نہیں ہوا، اسی لیے انہوں نے صاف طور پر یہ کہہ دیا کہ علیؓ

---

۵۱ فخر الحسن ص ۴۹ تا ۵۱ ۵۲ تاریخ صغیر ص ۳۰، ۱۰۵ ۵۳ تہذیب الاسماء ۱/۲۱۹، ۲۲۰ ۵۴ ایضاً ۵۵ فخر الحسن ص ۵۲

۵۶ جامع ترمذی ۱/۱۷۰، ۱۷۱، باب ماجاء فیمن لایجب علیہ الحد۔ ۵۷ تقریب النووی ص ۱۴۳، ۱۴۴، حدیث کی اصطلاح میں مدلس اسے کہتے ہیں جو اپنے معاصر سے کوئی ایسی روایت کرے جو اس نے اس سے نہیں سنی لیکن الفاظ ایسے استعمال کرے جس سے سماع کا وہم ہوتا ہو۔ ''قال فلان'' (فلاں نے کہا) یا ''عن فلان'' (فلاں سے) وغیرہ (ایضاً ص ۱۳۹، ۱۴۰)

سے حسنؒ کا سماع ہمیں معلوم نہیں۔

لیکن اس طرح امام ترمذیؒ نے اپنے حد علم کا اظہار کیا ہے اور اگر امام ترمذیؒ کو کوئی ایسی روایت صحیح سند کے ساتھ نہیں پہنچی جس سے علیؓ سے حسنؒ کا صراحتاً سماع معلوم ہو تو یہ ضروری نہیں کہ کوئی ایسی روایت موجود ہی نہ ہو۔ مسند ابی یعلی کی ایک صحیح روایت کا ذکر آئندہ صفحات میں آرہا ہے جو علیؓ سے حسنؒ کے سماع میں صریح ہے۔

ابن تیمیہؒ اور شاہ ولی اللہ صاحبؒ :

ابن تیمیہؒ اور شاہ ولی اللہ صاحبؒ بھی علیؓ کے ساتھ حسنؒ کے اتصال کے منکر ہیں لیکن ہم ان پر کوئی گفتگو نہیں کرنا چاہتے کیونکہ جہاں تک ابن تیمیہؒ کا تعلق ہے رسالہ فخر الحسن کے آخر میں ان کا تفصیلی رد موجود ہے اور جہاں تک شاہ ولی اللہ صاحبؒ کا تعلق ہے انہوں نے قرۃ العینین میں اس سلسلہ میں جو کچھ لکھا ہے اس کا رد ہی رسالہ فخر الحسن کی تالیف کا اصل مقصد ہے اور یہ رد تفصیل کے ساتھ اس میں موجود ہے۔ ۵۸ محدثین میں سے جن حضرات نے اس سلسلہ میں صراحت کے ساتھ اپنی رائے کا اظہار نہیں کیا اور صرف ان کے اشارات سے ان کا رجحان سمجھ میں آتا ہے ہم ان کی تفصیل میں بھی نہیں جانا چاہتے کیونکہ اشارات کلام سے کوئی رجحان سمجھ کر اس کا رد کرنا مناسب معلوم نہیں ہوتا۔

مذکورہ صفحات میں جن منکرین اتصال کا ذکر کیا گیا ان میں سے ابن مدینی اسے تسلیم کرتے ہیں کہ علیؓ جب مدینہ میں تھے تو اس وقت حسنؒ بھی مدینہ میں تھے ۵۹ ابوزرعہ اقرار کرتے ہیں کہ حسنؒ نے علی کو دیکھا ہے ۶۰ ابن تیمیہ ۶۱ اور شاہ ولی اللہ ۶۲ بھی یہ مانتے ہیں کہ حسنؒ مدینہ میں پیدا ہوئے اور شہادتِ عثمان تک علیؓ اور حسنؒ دونوں مدینہ میں تھے تو ذہن میں قدرتی طور پر یہ سوال اُبھرتا ہے کہ پھر یہ حضرات اتصال، رویت، لقاء یا سماع کے منکر کیوں ہیں؟

انکار کی وجہ اس کے سوا اور کچھ نہیں معلوم ہوتی کہ انہیں کوئی ایسی روایت نہیں ملی جو ان کے معیارِ صحت پر پوری بھی اُترتی اور جس سے صراحۃً لقاء یا سماع ثابت ہوتا، اور صرف امکان کو ان حضرات نے اس مقصد کے لیے کافی نہ سمجھا۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب نے تو صراحۃً کہہ بھی دیا کہ ''در مطالب نقلیہ وقوع را ذکر می باید کرد نہ امکان را ۶۳ یعنی منقول امور میں وقوع کا ذکر کرنا چاہیے نہ کہ امکان کا۔ اسی طرح دوسری جگہ لکھتے ہیں ''در اتصال بر محض معاصرت اکتفا کردن امرے است کہ سلامت ذہن از ان ابا میکند ۶۴ یعنی اتصال میں صرف معاصرت پر اکتفا کرنا ایسی بات ہے کہ ذہن کی سلامتی اسے قبول کرنے سے انکار کرتی ہے۔ اس لیے اس مرحلہ پر ہمیں اس کا جائزہ لینا ہے کہ کیا ایسی روایات

---

۵۸ مولانا فخر الدین کے رسالہ فخر الدین کا ایڈٹ شدہ عربی متن جرنل کی آئندہ اشاعت میں ملاحظہ فرمائیے۔ یہ مضمون دراصل اسی رسالہ کا مقدمہ ہے۔ ۵۹ تہذیب ۲/۲۶۷ ۶۰ ایضاً ۲/۲۶۶ ۶۱ منہاج السنۃ ۴/۱۵۶ ۶۲ قرۃ ص ۳۰۱ ۶۳ ایضاً ص ۳۰۱ ۶۴ ایضاً ص ۳۰۳

موجود ہیں جن سے حسن کا علیؓ سے اتصال ثابت ہوتا ہو۔

علیؓ سے حسنؒ کی معنعن روایات :

علامہ سیوطی نے اتحاف الفرقہ ۶۵ میں اور مولانا فخر الدین دہلوی نے رسالہ فخر الحسن میں ۶۶ امام احمد، ترمذی، نسائی، حاکم، دار قطنی، طحاوی، دیلمی، ابو نعیم اور خطیب بغدادی کے حوالوں سے ایسی متعدد احادیث ذکر کی ہیں جن میں حسن علیؓ سے روایت کرتے ہیں لیکن یہ تمام روایات معنعن ہیں جن میں "حسن عن علی" کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔

ہم ان میں سے صرف ایک حدیث کو نمونہ کے لیے پیش کرتے ہیں :

جامع ترمذی میں ہے "**عن الحسن عن علی عن رسول اللّٰہ ﷺ قال " رفع القلم عن ثلثۃ عن النائم حتی یستیقظ وعن الصبی حتی یشب وعن المعتوہ حتی یعقل** " ۶۷ یعنی تین قسم کے لوگوں سے مواخذہ اُٹھالیا گیا ہے، سونے والے سے یہاں تک کہ وہ بیدار ہو، بچے سے یہاں تک کہ جوان ہو اور مجنون سے یہاں تک کہ وہ صاحبِ عقل ہو۔

ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب کہا ہے۔ الفاظ کے معمولی تغیر کے ساتھ امام احمد، نسائی، حاکم اور ضیاء مقدسی نے بھی اس کی تخریج کی ہے اور حاکم اور ضیاء مقدسی نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے ۶۸

حدیث معنعن کے سلسلہ میں دو قاعدے :

معنعن احادیث کے بارے میں دو قاعدے ذہن میں رہنے چاہئیں، ایک یہ کہ اگر وہ تدلیس کے شبہہ سے خالی ہو اور لقاء کا امکان ہو تو جمہور محدثین کے نزدیک وہ متصل ہوتی ہے ۶۹ دوسرے یہ کہ اگر کوئی ثقہ محدث کسی معنعن روایت کی تصحیح کردے تو تدلیس کا شبہہ مرتفع ہو جاتا ہے۔ اور جب "رفع القلم" الحدیث کی روایت کی جو معنعن ہے حاکم اور ضیاء مقدسی نے تصحیح کردی تو مذکورہ دو اصولوں کے مطابق تدلیس کا شبہہ بھی ختم ہو گیا اور یہ متصل بھی ہو گئی۔ اور جب اس حدیث کو متصل مان لیا گیا تو علیؓ سے حسنؒ کا سماع ثابت ہو گیا۔ علیؓ کے ساتھ حسنؒ کے اتصال کو ثابت کرنے کی یہ صورت اگرچہ روایات اور اصول پر مبنی ہے مگر بہر حال استدلالی ہے۔ اس سے آگے بڑھ کر ایک صحیح روایت ایسی بھی موجود ہے جو علیؓ سے حسنؒ کے سماع میں صریح ہے۔

مسند ابو یعلی کی ایک صحیح اور صریح روایت :

مسند ابو یعلی میں ہے "**حدثنا حوثرۃ بن الاشرس قال اخبرنا عقبۃ بن ابی الصہباء الباہلی قال**

---

۶۵ اتحاف ص ۷۷، ۷۸ ۶۶ فخر الحسن ص ۳۱، ۳۲ ۶۷ ترمذی ۱/۱۷۰، ۱۷۱ باب فیمن لا یجب علیہ الحد ۶۸ اتحاف ص ۷۶، ۷۷، فخر الحسن ۳۱، ۳۲ ۶۹ تقریب نووی ص ۱۳۲

سمعت الحسن قال سمعت علیا یقول قال رسول اللہ ﷺ مثل امتی مثل المطر" الحدیث ۰ے

(ترجمہ) (ابویعلی کہتے ہیں کہ) ہم سے حوثرہ بن الاشرس نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں عقبہ بن ابی الصہباء الباھلی نے خبر دی، وہ کہتے ہیں کہ میں نے حسن کو یہ کہتے سنا، حسن کہتے ہیں کہ میں نے علی کو یہ کہتے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری اُمت کی مثال بارش کی سی ہے (نہیں معلوم کہ اس کا پہلا حصہ اچھا ہے یا آخری)۔

اس روایت میں "**سمعت علیا یقول**" (میں نے علی کو یہ کہتے سنا) کے الفاظ صریح طور پر علیؓ سے حسنؒ کے سماع کو بتارہے ہیں کیونکہ "**سمعت**" کا صیغہ محدثین کے نزدیک سماع میں صریح ہے ۱ے اس روایت کے تمام رواۃ ثقہ ہیں۔ ابویعلی بالاتفاق حافظ حدیث اور ثقہ ہیں۔ ابن حبان نے ثقات میں ابویعلی کو اتقان اور دین کے ساتھ متصف کیا ہے۔ ۲ے حاکم نے ابویعلی کا ذکر "ثقہ مامون" کے الفاظ سے کیا ہے ۳ے اور ذہبی نے ان کے لیے حافظ، ثقہ اور محدث الجزیرہ کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ ۴ے

حوثرہ ۵ے کو ابن حبان ثقہ مانتے ہیں، اسی لیے انہوں نے ان کا ذکر **کتاب الثقات** میں کیا ہے ۶ے اور عقبہ کی توثیق امام احمد نے کی ہے۔ ۷ے خلاصہ یہ ہے کہ مسند ابویعلی کی اس روایت سے جس کے تمام رواۃ ثقات ہیں۔ علی سے حسن کا سماع صریح طور پر ثابت ہوتا ہے۔

۰ے اتحاف ص ۸۰۔ حدیث کا باقی حصہ یہ ہے۔ "**لا یدری اولہ خیر ام آخرہ**" ۱ے تقریب نووی ص ۱۴۴ ۲ے تذکرۃ الحفاظ ۲/ ۲۴۹ ۳ے ایضاً ۴ے ایضاً ۲/ ۲۴۸ ۵ے علامہ سیوطی کی الحاوی للفتاوی (۲/ ۱۹۴) میں "حوثرہ" کے بجائے "جویریہ" ہے اور حسن الزمان خان بھی لکھتے ہیں کہ بعض نسخوں میں جویریہ ہے لیکن وہ وثوق کے ساتھ کہتے ہیں کہ یہ حوثرہ ہے جویریہ نہیں (القول ۱/ ۲۰۰) اور جو وہ کہتے وہی درست ہے کیونکہ جویرہ ابن الاشرس نام کے کوئی راوی نہیں۔

۶ے اتحاف ص ۸۰ ۷ے ایضاً حسن الزمان خان لکھتے ہیں کہ جہاں تک مجھے معلوم ہے اس سند کے رجال میں حسب ذیل حضرات میں سے کسی نے کلام نہیں کیا حالانکہ احوال رجال میں یا تو ان کی مستقل تصانیف ہیں یا انہوں نے اپنی روایات کے ذیل میں رجال پر گفتگو کی ہے :

ابوحنیفہ، مالک، دونوں سفیان، شعبہ، قطان اور ان کے طبقہ کے لوگ، شافعی، ابن مہدی، ابن سعد، احمد، ابن معین، ابن المدینی، فلاس، ابوخیثمہ اور ان کے طبقہ کے لوگ، ابوزرعہ، بخاری، ابوحاتم، مسلم، جوزجانی اور ان کے طبقہ کے لوگ، ابوداود، ترمذی، بزار، نسائی، طبری، ابن خزیمہ، بغوی، دولابی، طحاوی، عقیلی ابن ابی حاتم، ساجی، ابن یونس، ابواحمد، حاکم، مسلمہ، اسماعیلی، ابن الجارود، طبرانی، ابن حبان (حالانکہ انہوں نے ائمہ تک کو ضعفاء میں ذکر کیا ہے) ابن عدی (حالانکہ انہوں نے اپنی "**الکامل فی الجرح**" میں یہ شرط کی ہے کہ وہ اس میں ہر ایسے شخص کا ذکر کریں گے جس کے بارے میں کلام کیا گیا ہو چاہے وہ امام ہی کیوں نہ ہو) ابن شاہین، ازدی، دارقطنی، حاکم، ابونعیم، ابوذر، بیہقی، خطیب، ابوعمر، ابن طاہر المقدسی، ابن ناصر، ابن جوزی، ابن اثیر، ابن صلاح، ضیاء ابن قطان ابن عبدالسلام، سمعانی، ابن عساکر، ابن النجار، نووی، مزی، علائی، ابن الترکمانی، مغلطائی، ابن تیمیہ، ذہبی، سبکی، عراقی، ابن حجر سخاوی سیوطی اور ابن عراق۔ (القول ۱/ ۲۰۲، ۲۰۳)

محدثین کا ایک اور مسلمہ اصول :

محدثین کا یہ مسلمہ اصول ہے کہ ثقہ مدلس اگر کسی روایت میں اپنے شیخ کو کسی ایسے صیغہ سے بتادے جو سماع میں صریح ہوتا ہے، مثلاً "سمعت" یا حدثنا" تو اس شیخ سے اس کی تمام مرویات مقبول اور متصل ہوتی ہیں ۸ کے خود بخاری میں قتادہ اور سفیانین سے متعدد مرسل احادیث موجود ہیں لیکن چونکہ ان حضرات کا اپنے مروی عنہم سے لقاء اور سماع دوسری روایات سے صریح طور پر ثابت ہے اس لیے ان مرسل احادیث، کو بھی متصل کا حکم دیا جاتا ہے ۹ کے

حضرت حسنؒ اس میں شک نہیں کہ مدلس اور کثیر الارسال ہیں، لیکن ان کے ثقہ ہونے میں کسی کو کلام نہیں لہٰذا جب مسند ابی یعلی کی ایک صحیح روایت میں انہوں نے "سمعت" کے لفظ سے اپنے شیخ علیؓ کی تصریح کردی تو مذکورہ قاعدے کے مطابق ان سے ان کی تمام معنعن اور مرسل روایات متصل کے حکم میں ہوگئیں۔

ایک اُلجھن اور اس کا حل :

جب درایت اور روایت دونوں کی رُو سے علیؓ کے ساتھ حسنؒ کا اتصال ثابت ہے اور بہت سی معنعن روایات بھی موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حسنؒ، علیؓ سے بکثرت روایت کرتے ہیں تو ایک الجھن یہ پیدا ہوتی ہے کہ آخر حسنؒ نے علیؓ سے اپنی روایات میں ایسے صیغے کیوں بکثرت استعمال نہ کیے جو سماع میں صریح ہوتے ہیں۔ کیونکہ اگر انہوں نے اس طرح کے صیغے استعمال کیے ہوتے تو اتصال یا عدم اتصال کا مسئلہ ہی کھڑا نہ ہوتا۔

اس الجھن کا حل ہمیں حضرت حسنؒ کے اس جواب سے ملتا ہے جو انہوں نے اپنے ایک عزیز اور معتمد علیہ شاگرد یونس بن عبید کو دیا تھا کہ میں جب ارسال کرتے ہوئے یہ کہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا، تو وہ روایت علیؓ سے ہوتی ہے لیکن زمانہ ایسا ہے کہ میں ان کا نام نہیں لے سکتا ۸۰ ملا علی قاریؒ بھی یہی کہتے ہیں کہ وہ علی کا نام اس لیے حذف کردیا کرتے تھے کہ کہیں حجاج کی طرف سے کسی فتنہ میں مبتلا نہ ہوجائیں ۸۱

گزشتہ اوراق میں جو کچھ عرض کیا گیا اس کے نتیجہ کے طور پر اگر یہ کہا جائے تو اس کے تسلیم کرنے میں ادنیٰ تامل بھی نہ ہونا چاہیے کہ علیؓ سے حسنؒ کا اتصال ثابت ہے روایۃً بھی اور درایۃً بھی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

☆☆☆☆☆

---

۸ کے تقریب نوری ص ۱۴۴ ۹ کے ایضاً ۸۰ فخر الحسن ص ۲۴ بحوالہ تہذیب مزی ۸۱ فخر الحسن ص ۲۵، ۲۶۔ ابن عماد حنبلی لکھتے ہیں کہ حجاج کی طرف سے وہ بڑے ہولناک واقعات سے دوچار ہوئے لیکن اللہ نے انہیں اس کے شر سے محفوظ رکھا۔ حجاج جب کبھی ان کی مجلس میں آتا تھا تو وہ اس کے لیے کھڑے نہ ہوتے تھے بلکہ جگہ دے دیتے تھے اور وہ ان کے پہلو میں بیٹھ جاتا تھا اور حسنؒ اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے تھے (شذرات ۱/ ۱۳۷)۔

ایک اہم اعلان

☆☆☆

اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے اور جامعہ مدنیہ (قدیم وجدید) کی سرپرستی میں

fahmedeen.com

کے نام سے انٹرنیٹ (Internet) پر ایک ویب سائٹ جاری کی گئی ہے۔ اس ویب سائٹ پر آپ کو مختلف پروگرام ملیں گے :

۱۔ عقائد، اصول اور مسائل کے اہم موضوعات پر تفصیل

۲۔ تفسیر اور حدیث کے اہم اقتباسات

۳۔ موجودہ وقت کے ضروری مسائل

مندرجہ بالا تینوں پروگرام کے کچھ حصے **Upload** ہو چکے ہیں اور باقی پر کام جاری ہے۔ جتنا کام ہو چکا ہے لوگ اس سے فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔

۴۔ آپ کا سوال ہمارا جواب

اس کے لیے ہمارا نیا ای میل ایڈریس یہ ہے **fatwa@fahmedeen.com**

جبکہ **fatwa_abdulwahid1@hotmail.com** پر آپ کے سوالات کا جواب دینے کا سلسلہ ایک عرصہ سے جاری ہے۔

۵۔ ہمارا ارادہ ہے کہ **Internet** پر "فہمِ دین کورس" باقاعدہ کرایا بھی جائے اس کے لیے ضروری کام کیا جارہا ہے انشاء اللہ جلد شروع کریں گے۔

یاد رکھیے! جامعہ مدنیہ (قدیم وجدید) علمی اعتبار سے ایک مستند اور معیاری ادارہ ہے اور انٹرنیٹ یا ای میل پر اس کی کسی بھی پیشکش کو آپ انشاء اللہ معیار اور استناد میں مضبوط ہی پائیں گے۔

مزید معلومات کے لیے رابطہ کیجیے

۱۔ مولانا سید محمود میاں صاحب ''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد رائیونڈ روڈ لاہور

فون : 4249301-333-92+ , 7726702-42-92+

jmj786_56@hotmail.com

۲۔ ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب ''جامعہ مدنیہ'' کریم پارک راوی روڈ لاہور

فون : 4113082-300-92+ , 7461854-42-92+

fatwa_abdulwahid1@hotmail.Com

وفیات

گزشتہ ماہ جناب عقیل احمد صاحب کے والد جناب حبیب احمد صاحب اور جناب حافظ محمد عرفان صاحب کی دادی صاحبہ کی وفات ہوگئی اناللہ وانا الیہ راجعون ۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر دو حضرات کو اس صدمہ پر اجرِ عظیم عطا فرمائے اور مرحومین کی مغفرت فرما کر آخرت میں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے ۔آمین ۔

جناب عمران بٹ صاحب کے والد صاحب کی بھی گزشتہ ماہ وفات ہوگئی اللہ تعالیٰ اِن کی بھی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق نصیب ہو۔

جامعہ مدنیہ جدید کے خادم ظہور احمد کی خالہ بھی گزشتہ ماہ طویل علالت کے بعد وفات پاگئیں ان کے لیے بھی ایصالِ ثواب اور دُعاء مغفرت کرائی گئی اللہ تعالیٰ قبول فرمائے ۔آمین ۔

جامعہ مدنیہ جدید اور خانقاہ حامدیہ میں جملہ مرحومین کے لیے ایصالِ ثواب اور دُعاء مغفرت کرائی گئی اللہ تعالیٰ قبول فرمائے ۔آمین ۔

☆☆☆

قسط : ۳۰

فہمِ حدیث

☆

قیامت اور آخرت کی تفصیلات

﴿ حضرت مولانا مفتی ڈاکٹر عبدالواحد صاحب ﴾

جنت اور اُس کی نعمتیں :

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ قال اللّٰہ تعالی أعددت لعبادی الصالحین مالا عین رأت ولا اذن سمعت ولاخطرعلی قلب بشر واقرء وا ان شئتم فلا تعلم نفس ما أخفی لھم من قرۃ أعین.(بخاری ومسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا اللہ تعالیٰ کا اشاد ہے (رسول اللہ ﷺ جب کوئی بات اس تصریح کے ساتھ فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے اور وہ قرآن مجید کی آیت نہ ہو تو ایسی حدیث کو ''حدیثِ قدسی'' کہتے ہیں) میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے وہ چیزیں تیار کی ہیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی بشر کے دل میں کبھی ان کا خیال ہی گزرا ہے اور اگر تم چاہو تو قرآن کی یہ آیت پڑھ لو **فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِیَ لَھُمْ مِنْ قُرَّۃِ اَعْیُنٍ** (جس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی آدمی بھی ان نعمتوں کو نہیں جانتا جو ان بندوں کے لیے جو راہِ خدا میں اپنا محبوب مال خرچ کرنے والے ہیں اور راتوں کو عبادتِ خداوندی میں مصروف رہنے والے ہیں چھپا کے اور محفوظ کر کے رکھی گئی ہیں جن میں اُن کی آنکھوں کے لیے ٹھنڈک کا سامان ہے)

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ موضع سوط فی الجنۃ خیرمن الدُنیا وما فیھا. (بخاری ومسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں ایک کوڑے کی جگہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے (ایک تو جنت کی نعمت ہونے کی وجہ سے اور دوسرے اس کے کبھی بھی ختم نہ

ہونے کی وجہ سے)۔

(نوٹ) عرب کا یہ رواج تھا کہ جب چند سواروں کا قافلہ چلتا تو جو سوار منزل پر اُترتے وقت جہاں قیام کرنا چاہتا وہاں اپنا کوڑا ڈال دیتا پھر وہ جگہ اسی کی سمجھی جاتی اور وہ وہاں اپنا بستر یا خیمہ لگاتا اور کوئی دوسرا اس جگہ پر قبضہ نہ کرتا۔ اگر کسی کے پاس کوڑا نہ ہوتا کمان ہوتی تو وہ اس غرض سے اپنی کمان ڈال دیتا تھا۔

عن انسؓ قال قال رسول اللہ ﷺ غدوة فی سبیل اللہ اوروحةخیرمن الدُنیا وما فیھا ولوان امرأة من نساء اھل الجنة اطلعت الی الارض لأضاء ت ما بینھما ولملأت مابینھماریحاولنصیفھاعلی رأسھا خیر من الدنیاوما فیھا. (بخاری)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: راہِ خدا میں ایک دفعہ صبح کا نکلنا یا شام کا نکلنا دُنیا و مافیہا سے بہتر ہے اور اگر اہلِ جنت کی بیویوں میں سے کوئی عورت زمین کی طرف جھانکے تو ان دونوں کے درمیان یعنی جنت سے لے کر زمین تک روشنی ہی روشنی ہو جائے اور مہک اور خوشبو سے بھر جائے اور اس کے سر کی صرف اوڑھنی بھی دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔

عن ابی ھریرةؓ قال قال رسول اللہ ﷺ ان فی الجنة شجرة یسیر الراکب فی ظلھا مائة عام لا یقطعھا ولقاب قوس أحدکم فی الجنة خیر مما طلعت علیه الشمس أوتغرب. (بخاری ومسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنت میں ایک ایسا درخت ہے کہ سوار اس کے سائے میں سو سال چلے اور پھر بھی اس کو پار نہ کر سکے اور جنت میں تم میں سے کسی کی کمان کے بقدر جگہ بھی اس ساری کائنات سے بہتر ہے جس پر آفتاب طلوع ہوتا ہے یا غروب ہوتا ہے۔

عن جابرؓ قال قال رسول اللہ ﷺ ان اھل الجنة یاکلون فیھا و یشربون ولا یتفلون ولا یبولون ولا یتغوطون ولا یمتخطون قالوا فما بال الطعام قال جشاء ورشح کرشح المسک یلھمون التسبیح والتحمید کما تلھمون النفس. (المسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اہلِ جنت جنت میں کھائیں گے بھی اور پئیں گے بھی لیکن نہ تو اُنہیں تھوک آئے گا اور نہ پیشاب پاخانہ ہوگا اور نہ اُن کی ناک سے ریزش آئے گی۔ بعض صحابہؓ نے عرض کیا تو کھانے کا کیا ہوگا؟ (یعنی جب پیشاب پاخانہ کچھ بھی نہ ہوگا تو جو کچھ کھایا جائے گا وہ آخر کہاں جائے گا؟) آپ نے فرمایا کہ ڈکار آئے گا اور پسینہ نکلے گا

مشک کے پسینہ کی طرح (یعنی غذا کا جو اثر نکلنا ہوگا وہ انہی دو طریقوں سے نکل جایا کرے گا) اور ان اہلِ جنت کی زبانوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اللہ کی حمد و تسبیح اس طرح جاری ہوگی جس طرح تمہارا سانس جاری رہتا ہے۔

عن ابی سعیدؓ وابی ھریرۃؓ قالا ان رسول اللہ ﷺ قال ینادی مناد ان لکم ان تصحوا فلا تسقموا ابدا وان لکم ان تحیوا فلا تموتوا ابدا وان لکم ان تشبوا فلا تھرموا ابدا وان لکم ان تنعموا فلا تبأ سوا ابدا. (مسلم)

حضرت ابو سعید اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک پکارنے والا (جنت میں جنتیوں کو مخاطب کرکے) پکارے گا کہ یہاں صحت ہی تمہارا حق ہے (اور تندرستی ہی تمہارے لیے مقدر ہے) اس لیے اب تم کبھی بیمار نہ پڑو گے اور یہاں تمہارے لیے زندگی اور حیات ہی ہے اس لیے اب تمہیں موت کبھی نہ آئے گی اور تمہارے واسطے جوانی اور شباب ہی ہے اس لیے اب کبھی تمہیں بڑھاپا نہیں آئے گا اور تمہارے واسطے یہاں چین اور عیش ہی ہے اس لیے اب کبھی تمہیں کوئی تنگی اور تکلیف نہ ہوگی۔

عن ابی ھریرۃؓ قال قلت یا رسول اللہ .... الجنۃ ما بناؤھا قال لبنۃ من ذھب ولبنۃ من فضۃ وملاطھا المسک الأذفر وحصباء ھا اللؤلؤوالیاقوت وتربتھا الزعفران من یدخلھا ینعم ولایبأس ویخلد ولا یموت ولا یبلی ثیابھم ولایفنی شبابھم . (احمد وترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ........جنت کس چیز سے بنی ہے (یعنی اس کی تعمیر پتھروں سے ہوئی ہے یا اینٹوں سے یا کس چیز سے؟) آپ نے فرمایا اس کی تعمیر اس طرح ہے کہ ایک اینٹ سونے کی اور ایک اینٹ چاندی کی اور اس کا مسالہ (جس سے اینٹوں کو جوڑا گیا ہے) تیز خوشبودار مشک ہے اور وہاں کے سنگریزے جو بچھے ہوئے ہیں وہ موتی اور یاقوت ہیں اور وہاں کی خاک گویا زعفران ہے۔ جو لوگ اس جنت میں پہنچیں گے ہمیشہ عیش اور چین سے رہیں گے اور کوئی تنگی تکلیف اُن کو نہ ہوگی اور ہمیشہ زندہ رہیں گے وہاں ان کو موت نہیں آئے گی اور کبھی اُن کے کپڑے پرانے اور خستہ نہ ہوں گے اور نہ اُن کی جوانی کبھی زائل ہوگی۔

عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ ﷺ ان اول زمرۃ یدخلون الجنۃ علیٰ

صورة القمر لیلة البدر ثم الذین یلونهم کأشد کوکب دری فی السماء اضاء ة قلوبهم علیٰ قلب رجل واحد لا اختلاف بینهم ولا تباغض لکل امرئ منهم زوجتان من الحور العین یری مخ سوقهن من وراء العظم واللحم من الحسن یسبحون اللّٰہ بکرة وعشیا لا یسقمون ولا یبولون ولا یتغوطون ولا یتفلون ولا یمتخطون انیتهم الذهب والفضة وأمشاطهم الذهب ووقود مجامرهم الألوة ورشحهم المسک علیٰ خلق رجل واحد علیٰ صورة أبیهم آدم ستون ذراعافی السماء. (بخاری ومسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سب سے پہلی (یعنی انبیاء کی) جماعت جو جنت میں داخل ہوگی اس میں شامل افراد کی صورتیں (چمک دمک میں) چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن ہوں گی پھر اُن کے بعد داخل ہونے والوں کی صورتیں آسمان پر سب سے زیادہ چمک دار ستارے کی طرح روشن ہوں گی۔ اہلِ جنت کے دل سب ایک شخص کے دل کی طرح ہوں گے (کہ ان میں کامل محبت اور اتفاق ہوگا) ان کے درمیان نہ کچھ اختلاف ہوگا اور نہ بغض ہوگا۔ اہلِ جنت میں سے ہر ایک مرد کو سفید بدن اور خوبصورت آنکھوں والی حوروں میں سے (کم از کم) دو بیویاں ملیں گی (جو اس قدر حسین ہوں گی کہ) حُسن کی وجہ سے اُن کی پنڈلی کی ہڈی کا گودا ہڈی اور گوشت میں سے دیکھا جاسکے گا۔ صبح اور شام (یعنی ہر وقت) وہ اللہ کی تسبیح کریں گے۔ نہ بیمار ہوں گے نہ پیشاب آئے گا اور نہ پاخانے کی حاجت ہوگی نہ تھوکنے کی ضرورت ہوگی اور نہ ہی بلغم و رینٹھ کو پھینکنے کی ضرورت ہوگی۔ ان کے برتن سونے اور چاندی کے ہوں گے اور اُن کی کنگھیاں بھی سونے کی ہوں گی (دنیا آزمائش کی جگہ ہے یہاں سونے چاندی کے سامان کو حرام ٹھہرایا جنت آزمائش کی جگہ نہیں اس لیے وہاں سونے چاندی کے سامان کا استعمال منع نہیں) ان کا پسینہ مشک کا ہوگا اور سب اہلِ جنت ایک شخص کے اخلاق پر ہوں گے اور سب اپنے والد حضرت آدم علیہ السلام کے قد پر ہوں گے جو کہ ساٹھ ہاتھ (یعنی تیس گز) ہے۔

عن انسؓ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ ان فی الجنة لسوقا یأ تونها کل جمعة فتهب ریح الشمال فتحثو ه فی وجوههم وثیابهم فیزدادون حسنا وجمالا فیرجعون الی اهلیهم وقد ازدادوا حسنا وجمالافیقول لهم اهلوهم واللّٰہ لقد ازددتم بعدنا

حسنا و جمالا فیقولون وانتم واللّٰہِ لقد ازددتم بعدنا حسنا و جمالا .(مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : بلاشبہہ جنت میں ایک بازار ہے جس میں جنتی ہر جمعہ کو جایا کریں گے۔ وہاں شمالی ہوا چلے گی جو جنتیوں کے چہروں اور کپڑوں پر خوشبو بکھیرے گی اور اُن کے حسن و جمال میں اضافہ ہو جائے گا پس وہ خوب زیادہ حسین و جمیل ہو کر اپنے گھر والوں کے پاس واپس جائیں گے۔ گھر کے لوگ کہیں گے کہ خدا کی قسم ہم سے جدا ہونے کے بعد تمہارا حسن و جمال بڑھ گیا ہے۔ وہ جواب میں کہیں گے خدا کی قسم ہمارے پیچھے تمہارے حسن و جمال میں بھی اضافہ ہو گیا ہے۔

اہلِ جنت کے لیے حق تعالیٰ کی دائمی رضامندی :

عن ابی سعیدؓ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ ان اللّٰہ تعالٰی یقول لاھل الجنۃ یااھل الجنۃفیقولون لبیک ربنا وسعدیک والخیر کلہ فی یدیک فیقول ھل رضیتم ؟ فیقولون ومالنا لا نرضٰی یا رب وقد اعطیتنامالم تعط احدا من خلقک فیقول الا اعطیکم افضل من ذالک فیقولون یارب وای شی ء افضل من ذالک ؟ فیقول اُحل علیکم رضوانی فلا اسخط علیکم بعدہ ابداً .(بخاری و مسلم)

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا کہ (جنتی جب جنت میں پہنچ جائیں گے اور وہاں کی نعمتیں اُن کو عطا ہو جائیں گی تو) اللہ تعالیٰ اُن کو مخاطب کر کے فرمائیں گے کہ اے اہلِ جنت ! وہ عرض کریں گے کہ اے ہمارے رب ! ہم حاضر ہیں، حاضر ہیں، آپ کی بارگاہ قدس میں حاضر ہیں۔ اور ساری خیر اور سب بھلائی آپ ہی کے قبضے میں ہے (جس کو جو چاہیں عطا فرمائیں یا عطا نہ فرمائیں) کہ پھر اللہ تعالیٰ (ان بندوں سے فرمائیں گے جنت اور جو نعمتیں جنت میں تم کو دی گئیں) کیا تم (ان سے) خوش اور راضی ہو؟ یہ جنتی بندے عرض کریں گے اے پروردگار! جب آپ نے ہمیں یہاں وہ کچھ نصیب فرمایا ہے جو اپنی کسی مخلوق کو نہیں دیا تھا (اور ہم یہاں آپ کی بخشش اور بے بہا عنایتوں و نعمتوں سے مالا مال ہیں) تو ہم کیوں راضی اور خوش نہ ہوں گے؟ اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کیا میں تمہیں اس سب سے اعلیٰ و افضل ایک چیز اور دوں! وہ بندے عرض کریں گے کہ خداوندا! وہ کیا چیز ہے جو (اس جنت اور اس کی ان نعمتوں) سے

بھی افضل ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے میں تم کو اب اپنی (دائمی اور ابدی) رضامندی اور خوشنودی کا تحفہ دیتا ہوں، اس کے بعد اب میں کبھی تم پر ناراض نہ ہوں گا۔

جنت میں باری تعالیٰ کا دیدار :

عن صھیبؓ عن النبی ﷺ قال اذا دخل اھل الجنة الجنة یقول اللّٰہ تعالٰی تریدون شیئا ازیدکم؟ فیقولون الم تبیض وجوھنا الم تدخلنا الجنة وتنجنا من النار قال فیرفع الحجاب فینظرون الی وجہ اللّٰہ فما اعطوا شیئا احب الیھم من النظر الٰی ربھم ثم تلا للذین احسنوا الحسنٰی وزیادة .(مسلم)

حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا جب جنتی جنت میں پہنچ جائیں گے تو اللہ تعالیٰ اُن سے ارشاد فرمائیں گے کیا تم چاہتے ہو میں تم کو ایک چیز مزید عطا کروں؟ (یعنی تم کو جو کچھ اب تک عطا ہوا اُس پر مزید اور اس سے سوا ایک خاص چیز اور عنایت کروں)۔ وہ بندے عرض کریں گے آپ نے ہمارے چہرے روشن کیے (یعنی سرخروئی اور خوبروئی عطا فرمائی) اور دوزخ سے بچا کر جنت میں داخل کیا (اب اس کے آگے اور کیا چیز ہو سکتی ہے جس کی ہم خواہش کریں) حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ ان بندوں کے اس جواب کے بعد یکا یک حجاب اُٹھ جائے گا (یعنی ان کی آنکھوں سے پردہ اُٹھا دیا جائے گا) پس وہ روئے حق اور جمالِ الٰہی کو بے پردہ دیکھیں گے پس ان کا حال یہ ہوگا (اور وہ محسوس کریں گے) کہ جو کچھ اب تک انہیں ملا تھا اس سب سے زیادہ محبوب اور پیاری چیز ان کے لیے یہی دیدار کی نعمت ہے یہ بیان فرما کر آپ نے قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔ للذین احسنوا الحسنٰی وزیادة ''جن لوگوں نے اس دنیا میں اچھی بندگی والی زندگی گزاری اُن کے لیے اچھی جگہ ہے (یعنی جنت و مافیہا) اور اس پر مزید ایک نعمت (یعنی دیدارِ حق) ہے۔

عن ابی رزین العقیلیؓ قال قلت یا رسول اللّٰہ اکلنا یری ربہ مخلیا بہٖ یوم القیٰمة قال بلٰی قلت وما آیة ذالک فی خلقہٖ ؟ قال یا ابا رزین الیس کلکم یری القمر لیلة البدر مخلیا بہٖ قال بلٰی قال فانما ھو خلق من خلق اللّٰہ واللّٰہ اجل واعظم. (ابوداؤد) (باقی صفحہ ۳۱)

حاصلِ مطالعہ

﴿حضرت مولانا نعیم الدین صاحب، فاضل جامعہ مدنیہ﴾

دِلا غافل نہ ہو یک دم :

مندرجہ بالا عنوان پنجاب کے ایک باخدا عالم مولانا غلام رسول صاحبؒ کے کلام کا ایک مصرع ہے، اس کلام میں مولانا نے فکرِ آخرت سے متعلق بڑے درد بھرے اشعار کہے ہیں۔ یہ اشعار ہم اپنے بچپن میں استاذ محترم کو گنگناتے سُنتے تھے تو قلب پر عجیب اثر ہوتا تھا۔ بچپن میں ہی یہ مصرع ہمارے دل ودماغ میں پیوست ہوگیا تھا۔ ع دِلا غافل نہ ہو یک دم یہ دنیا چھوڑ جانا ہے
کچھ عرصہ قبل کی بات ہے کہ وقتِ سحر ایک مسجد سے یہ اشعار پڑھنے کی آواز آتی تھی دل بے چین ہو جاتا تھا اب وہ آواز نہیں آتی معلوم نہیں پڑھنے والے نہیں رہے یا کوئی اور بات ہے۔

جی چاہتا ہے قارئین بھی اس کلام سے مستفید ہوں شاید کسی کے دل میں فکرِ آخرت کا جذبہ پیدا ہو جائے۔ ملاحظہ فرمایئے مولانا فرماتے ہیں۔

دِلا غافل نہ ہو یک دم یہ دنیا چھوڑ جانا ہے
بغیچے چھوڑ کر خالی زمیں اندر سمانا ہے

ترا نازک بدن بھائی جو لیٹے سیج پھولوں پر
یہ ہوگا ایک دن مُردار جو کِرموں نے کھانا ہے

اجَل کے روز کو کر یاد ، کر سامان چلنے کا
مُسافر بے وطن ہے تو ، کہاں تیرا ٹھکانا ہے

غلط فہمید ہے تیری نہیں آرام اِک پل بھی
زمیں کے فرش پر سونا جو اینٹوں کا سرہانا ہے

عزیزا یاد کر وہ دن جو ملکُ الموت آوے گا
نہ جاوے ساتھ تیرے کو اکیلا تو نے جانا ہے

نہ بیلی ہو سکے بھائی نہ بیٹا باپ تے مائی
تو کیوں پھرتا ہے سودائی عمل نے کام آنا ہے

جہاں کے شغل میں شاغل ، خدا کی یاد سے غافل
کریں دعوٰی جو یہ دُنیا مِرا دائم ٹھکانا ہے

فرشتہ روز کرتا ہے مُنادِی چار کونوں پر
محلّاں اُچیاں والے ترا گوریں ٹکانا ہے

کہاں وہ ماہِ کنعانی ، کہاں تختِ سُلیمانی!
گئے سب چھوڑ یہ فانی اگر ناداں و دانا ہے

نظر کر دیکھ خویشوں میں جو ساتھی کون ہے تیرا
اُنھوں نے اپنے ہاتھوں سے اکیلے کو دَبانا ہے

نظر کر ماڑیاں خالی کہاں وہ ماڑیاں والے
سبھی کوڑا پسارا ہے دغابازی کا بانا ہے

غلامؔ ایک دن نہ کر غلفت حیاتی پر نہ ہو غرّہ
خدا کو یاد کر ہر دم جو آخر کام آنا ہے

مولانا غلام رسول صاحبؒ کے متعلق حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

''بڑے عاشق تھے۔ ع ''دِلا غافل نہ ہو یک دم'' یہ انھیں کے اشعار ہیں، پنجابی تھے، ان کی اُردو بھی ایسی ہی تھا ہے، رسول اکرم ﷺ کے عشق میں اِن کے بڑے دردناک اشعار ہیں، صحبت میں یہ اثر تھا کہ جو ایک مرتبہ پاس بیٹھ جاتا ساری عمر اس کی تہجد بھی ناغہ نہ ہوتی، چہ جائیکہ فرض نماز، ہندوؤں میں جہاں وعظ کردیتے سب کے سب مسلمان ہوجاتے، ایک دفعہ استنجے کے لیے ہاتھ میں ڈھیلا لیے کھڑے تھے کچھ ہندو عورتیں قضائے حاجت کے لیے بستی کے باہر جنگل کو جارہی تھیں ڈھیلا زور سے زمین پر پھینکا اور فرمایا ''الا اللہ'' وہ سب ہندو عورتیں ''لا الٰہ الا اللہ لا الٰہ الا اللہ'' پڑھنے لگیں اور گھر تک پڑھتی گئیں اور مسلمان ہوگئیں۔

ایک شخص مسجد میں مکان کے اوپر سے کوڑا پھینک دیتا تھا۔ ایک دفعہ لوگوں نے مولانا سے کہا کہ فلاں شخص ہمیشہ مسجد میں مکان کے اوپر سے کوڑا پھینکتا ہے فرمایا کہ اب کی بار پھینکے تو مجھے دکھانا، دکھایا بھی، آپ نے فرمایا ''کب تک پھینکتا رہے گا؟'' وہ وہیں سے نیچے کود پڑا اور تائب ہوا، جو ہندو یا عیسائی ایک دفعہ وعظ سُن لیتا تھا مسلمان ہو جاتا تھا، اس واسطے انگریز نے زبان بندی کردی تھی، اور وعظ سے روک دیا تھا۔ [1]

مولانا غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ قلعہ میہان سنگھ ضلع گوجرانوالہ پنجاب کے رہنے والے تھے، بڑے عالم محدث اور صاحبِ تاثیر بزرگ تھے۔ پہلے مولانا نظام الدین بگویؒ سے تعلیم حاصل کی پھر دہلی آکر میاں سیّد نذیر حسین صاحبؒ کے درسِ حدیث میں شرکت کی، حضرت مولانا عبداللہ صاحب غزنویؒ رفیقِ درس تھے، وعظ و تذکیر میں ایسی تاثیر تھی کہ انگریزی حکومت نے وعظ کہنے اور بلا اجازت سفر کرنے کی ممانعت کردی تھی، عامل بالحدیث اور صاحبِ تصنیف تھے ۱۲۹۱ھ میں وفات پائی۔

یاد رہے مولانا غلام رسول صاحبؒ اگرچہ میاں نذیر حسین صاحبؒ کے شاگرد اور عامل بالحدیث تھے لیکن روایتی غیر مقلد نہیں تھے، یہی وجہ ہے کہ مولانا صاحبؒ احناف کی طرح رفع یدین کے بغیر نماز پڑھتے تھے اور جب ۱۲۹۰ھ میں مولانا محمد حسین بٹالوی صاحب نے آٹھ رکعت تراویح کے سنت ہونے اور بیس رکعات کے جائز نہ ہونے کا فتوی دیا تو اس کے خلاف مولانا غلام رسول صاحبؒ نے باقاعدہ ''رسالہ تراویح'' کے نام سے ایک رسالہ لکھا اور اس میں مولانا بٹالوی مرحوم کے فتوی کی تردید کی اور مؤثر انداز میں دلائل کے ساتھ تراویح کے بیس رکعت سنت ہونے کو ثابت کیا یہ رسالہ فارسی میں تھا حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر دامت برکاتہم نے اس کا اُردو میں ترجمہ کرکے شائع فرمایا۔ شکر اللہ مساعیھم

حضرت مولانا محمد صاحبؒ اور اُن کا وعظ :

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا محمد صاحبؒ کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں :

''مولانا عبداللہ صاحبؒ کے والد مولانا محمد صاحبؒ بڑے عاشق تھے، بہت خوش الحان تھے، ایک بستی میں تشریف لے گئے، لوگ باہر درختوں کے نیچے اکٹھے تھے وارث شاہ کی ہیر رانجھا ہو رہی تھی، خادم سے کہا آؤ وہاں چلیں، اُن سے کہا کہ لاؤ ہم ہیر سنائیں ایسا پڑھا کہ دل کو کھینچ لیا، لوگوں نے کہا کہ واہ مولوی صاحب، پھر ہیر کو چھوڑ کر قرآن شریف پڑھ کر وعظ شروع کردیا، سب بستی کی بستی مرید ہوگئی''۔ [2]

---

[1] تزکیہ واحسان ص ۱۴۵ از حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ [2] تزکیہ واحسان ص ۱۴۶

حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ مولانا محمد صاحبؒ کا تعارف کراوتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں :

''مولانا محمد صاحبؒ کوٹ بادل خاں ضلع جالندھر کے رہنے والے تھے بڑے عالم تھے۔ حضرت مولانا مظہر صاحب نانوتوی بانیٔ مظاہر العلوم سے تلمذ تھا اور مولانا عبدالحق صاحب حقانی کے ہم سبق تھے، بڑی عاشقانہ اور دردمند طبیعت پائی تھی ابتداء میں عشقِ مجازی میں گرفتار ہو گئے اور اس کی وجہ سے بڑی تکلیفیں برداشت کیں، پھر جاذبۂ توفیق الٰہی نے محبوبِ حقیقی کی طلب و عشق کی طرف متوجہ کیا، حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہو گئے۔ حضرتؒ نے ان کو ارشاد فرمایا تھا کہ آپ وعظ ہی کہتے پھریں یہی آپ کا وظیفہ ہے، مولانا وعظ کے لیے دیوانہ وار پھرتے تھے، آواز میں اللہ تعالیٰ نے اتنی کشش دی تھی کہ جو بھی آپ سے وعظ یا کوئی شعر سن لیتا گرویدہ ہو جاتا، اکثر وعظ سننے والے تہجد گزار ہو جاتے، بڑے بڑے ڈاکو اور چور آپ کے ہاتھ پر تائب ہوئے۔

حضرت فرماتے تھے کہ جب ذکر کرنے بیٹھتے تو پہلے بڑے درد سے یہ شعر پڑھتے اور دل کھینچ لیتے ۔

ہزار بار بشویم دہن زمشک و گلاب ہنوز نامِ تو گفتن کمال بے ادبی است

پھر تھوڑا ذکر کرتے، پھر یہ شعر پڑھتے اور خوب روتے۔

مولانا مفتی فقیر اللہ صاحب مرحوم فرماتے تھے کہ ضلع لاہور میں میرا گزر ایک جھونپڑے کے پاس سے ہوا جو بالکل جنگل میں تھا۔ سنتا ہوں کہ کوئی عورت جھونپڑے کے اندر بیٹھی ذکر بالجہر کر رہی ہے، مگر کچھ زیادہ جہر سے نہیں، میں وہاں ٹھہر گیا۔ پوچھا کہ آپ لوگوں کو کس کی صحبت سے یہ بات حاصل ہوگئی۔ انھوں نے کہا کہ یہاں سے ایک بزرگ سفید ریش گزرے تھے اُن کا نام محمد تھا، ہم ان سے بیعت ہو گئے، ہماری مستورات بھی ذاکرہ اور تہجد گزار ہیں حلال و حرام پہچانتی ہیں، میں سمجھ گیا کہ یہ میرے استاد حضرت مولانا محمد صاحبؒ فاروقی ہیں۔ ۱۳۲۰ھ (۱۹۰۲ء) میں وفات پائی'' [۱]

شیخ شبلیؒ اور سبزی فروش :

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

''شبلی رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت ہے کہ ایک سبزی فروش، سبزی فروخت کرتا پھر رہا تھا اور یہ آواز لگا رہا

---

[۱] حاشیہ تزکیہ و احسان ص ۱۴۶

تھا کہ ''اَلْخَیَارُ الْعَشَرَۃُ بِدَانِقٍ'' جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ''دس ککڑی ایک دانگ میں'' اور ایک لغت میں یہ ترجمہ بعید جو کہ مراد نہ تھا، نہ اس کا کوئی قرینہ تھا یہ بھی ہوسکتا تھا کہ ''دس نیک لوگ ایک دانگ میں'' ، شیخ کے کان میں یہ آواز پڑی اور شیخ چیخ مار کر بیہوش ہو گئے کہ جب خیار کی نیکوں کی یہ حالت ہے تو ہم اشرار کو کون پوچھے گا، کیا اچھے لوگ تھے''۔[1]

صحت کا فارمولا :

ہر انسان کو اپنی صحت کا خیال رکھنا چاہیے جس قدر صحت اچھی ہوگی اُسی قدر انسان اچھے انداز سے طاعت وعبادت کر سکے گا اور زندگی سکون سے گزرے گی۔ ملتان کے حکیم اسد صاحب نے چند اشعار میں صحت کا فارمولا بتلایا ہے، ہدیۂ قارئین کیا جاتا ہے :

جہاں تک کام چلتا ہو غذا سے — وہاں تک چاہیے بچنا دوا سے
اگر تجھ کو لگے جاڑے میں سردی — تو استعمال کر انڈے کی زردی
جو ہو محسوس معدے میں گرانی ! — تو پی لے سونف یا ادرک کا پانی
بنے گر خون کم بلغم زیادہ — تو کھا گاجر ، چنے ، شلغم زیادہ
جگر کے بل پہ ہے انسان جیتا — اگر ضعفِ جگر ہے کھا پپیتا
جگر میں ہو اگر گرمی دہی کھا — اگر آنتوں میں خشکی ہو تو گھی کھا
تھکن سے ہوں اگر عضلات ڈھیلے — تو فوراً دُودھ گرما گرم پی لے
زیادہ گر دماغی ہے تیرا کام — تو کھا لے شہد کے ہمراہ بادام
اگر ہو قلب پر گرمی کا احساس — مُربا آملہ کھا اور انناس
جو دُکھتا ہو گلا نزلے کے مارے — تو کر نمکین پانی کے غرارے
اگر ہے درد سے دانتوں کے بے کل — تو اُنگلی سے مسوڑھوں پر نمک مل
جو بدہضمی میں چاہے تو افاقہ — تو دو اِک وقت کا کرلے تو فاقہ

☆

---

[1] پسندیدہ حکایات ص ۷۲

تبصرے کے لئے ہر کتاب کے دو نسخے آنے ضروری ہیں۔

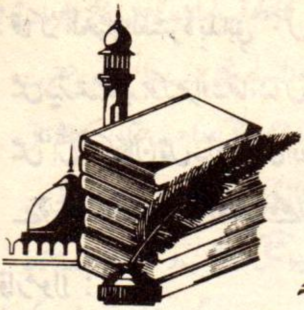

تقریظ و تنقید

مختلف تبصرہ نگاروں کے قلم سے

نام کتاب : قرآن مجید

صفحات : ٦٤

سائز : ۲۳×۳۶/۱۶

ناشر : الاشرف ٹرسٹ ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان

قیمت :

پیشِ نظر قرآن کریم الاشرف ٹرسٹ ملتان کی طرف سے سپارہ کی شکل میں چھاپا گیا ہے جتنا سپارہ کا حجم اور سائز ہوتا ہے اس پورے قرآن پاک کا اُتنا ہی حجم اور اتنا ہی سائز ہے ہر صفحہ پر سولہ سطری حمائل کے ریڈیوس شدہ ۹+۹ صفحات دیئے گئے ہیں جس کی وجہ سے رسم الخط خاصا باریک ہوگیا ہے اس قرآن پاک سے حفاظ کرام اور وہ لوگ جو سفر میں قرآن کریم ساتھ رکھنے کے عادی ہیں کماحقہ فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔

☆

نام کتاب : آثارِ صالحہ

مرتب : مولانا عبدالقیوم حقانی

صفحات : ۲۳٦

سائز : ۲۳×۳۶/۱۶

ناشر : القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ خالق آباد نوشہرہ

قیمت :

زیرِ تبصرہ کتاب میں ایک نیک و صالح خاتون کی خط و کتابت جو انہوں نے اپنے سلسلہ کے مختلف بزرگوں سے

اصلاح وتربیت کے سلسلہ میں کی تھی اُسے شائع کیا گیا ہے۔ محترمہ کے خطوط اور اکابرِ سلسلہ کے جوابات نہایت قیمتی باتوں پر مشتمل ہیں جن سے اصلاح وتربیت کی بہت سی گتھیاں سلجھتی ہیں، موجودہ دور میں اپنی اصلاح کی طرف متوجہ خواتین کو اس کتاب کا ضرور مطالعہ کرنا چاہیے۔

☆

نام کتاب : نمازِ تراویح اور مذاہب اہلِ حدیث

تالیف : مولانا عبدالحق خان بشیر

صفحات : ۱۵۲

ناشر : حق چاریار اکیڈمی، مدرسہ حیات النبی محلہ حیات النبی گجرات

قیمت : ۴۸/=

رمضان المبارک میں "بیس رکعات تراویح سنتِ مؤکدہ ہیں" یہ نظریہ اور اس پر عمل دورِ خلافت راشدہ سے چلا آرہا ہے اس پر تمام صحابہ کرام کا اجماع ہے اور اس کو اُمت کی تلقی بالقبول حاصل ہے ہر صدی کے فقیہ نے اپنی کتاب میں یہی لکھا ہے کہ ہر زمانہ میں شرقاً غرباً ہر جگہ بیس رکعات تراویح پڑھی پڑھائی جارہی ہیں۔ ۱۲۹۰ ھجری تک یہی نظریہ اور عمل چلا آتا رہا۔ اُمت کی بدقسمتی کہ انگریز کے منحوس دور میں جہاں اور فتنے اُٹھائے گئے ایک فتنہ یہ بھی اُٹھایا گیا کہ تراویح بیس رکعات سنت نہیں آٹھ رکعات سنت ہیں چنانچہ سب سے پہلے آٹھ رکعات تراویح کے سنت ہونے اور بیس کے ناجائز ہونے کا فتوی غیر مقلدین نے ۱۲۹۰ھ میں شائع کیا۔ یہ ایسا فتنہ آمیز اور زہریلا فتوی تھا کہ خود غیر مقلدین کے منصف مزاج بزرگ بھی اس کی تاب نہ لاسکے چنانچہ قلعہ میہاں سنگھ کے حضرت مولانا غلام رسول صاحبؒ نے اس فتوی کا اسی وقت رد لکھا اور ثابت فرمایا کہ غیر مقلد مفتی کا یہ فتوی غلط ہے اور صحیح یہی ہے کہ تراویح بیس رکعات سنت ہیں، افسوس کہ تن آسان غیر مقلدین نے حقیقت سمجھنے کے بجائے اس فتوے کو اپنا معمول بنالیا اور اس کے تانے بانے بننے لگے۔ اب ہر سال رمضان المبارک کی آمد پر اُن کا محبوب مشغلہ یہی ہوتا ہے کہ تراویح کی بحث کو اُچھالتے ہیں اس پر اشتہار بازی اور مناظرے ہوتے ہیں، الامان والحفیظ۔ کہتے ہیں ہر عمل کا ردِ عمل ہوتا ہے چنانچہ غیر مقلدین کے اس عمل کا ردِ عمل یہی ہے کہ احناف کو اِن کی جواب دہی میں لگنا پڑا ان کی کتابوں کے جواب میں کتابیں لکھی گئیں۔ زیرِ تبصرہ کتاب بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ یہ کتاب مولانا عبدالحق خان صاحب بشیر نے تالیف فرمائی ہے اور اُنہوں نے اس موضوع کا حق ادا کردیا ہے۔

مولانا موصوف نے اپنی کتاب کو آٹھ ابواب میں منقسم فرمایا ہے جو درج ذیل ہیں: باب اول عہدِ نبوی کی

جماعت تراویح اور مختلف نقطہ ہائے نظر، باب دوم عہد نبوی کی رکعات تراویح، باب سوم سنت خلفاء راشدین، باب چہارم تعاملِ خیر القرون، باب پنجم رکعاتِ تراویح اور اجماع اُمت، باب ششم اصطلاح تراویح اور تعداد تراویح، باب ہفتم سنن التراویح، باب ہشتم مذاہب غیر مقلدین۔

اس مسئلہ میں متردد حضرات کے لیے بالخصوص اور تحقیقی ذوق رکھنے والوں کے لیے بالعموم یہ کتاب خاصے کی چیز ہے۔ علماء طلباء اور عوام سب کو اس سے استفادہ کرنا چاہیے تاکہ وہ رمضان المبارک میں بیس رکعات تراویح کی سنت شرح صدر اور علی وجہ البصیرت قائم کر سکیں۔

☆

نام کتاب : کاروانِ جنت

تصنیف : حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب

صفحات : ۲۲۴

سائز : ۲۳×۳۶/۱۶

ناشر : ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ ملتان

قیمت :

پیشِ نظر کتاب میں اُن ایک سو اکیس جلیل القدر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا مبارک تذکرہ کیا گیا ہے جن کے بارے میں فرداً فرداً جنتی ہونے کی خوش خبری دی گئی ہے۔ کتاب کا انداز دلکش اور اثر انگیز ہے کتابت وطباعت عمدہ ہے جلد پر خوبصورت کور چڑھایا گیا ہے، دل میں عظمتِ صحابہؓ پیدا کرنے کے لیے اس کتاب کا مطالعہ مفید ہے۔

☆

نام کتاب : فلسفۂ سیرت خاتم الانبیاء ﷺ

تصنیف : سیّد تصدق بخاری

صفحات : ۶۴۰

سائز : ۲۳×۳۶/۱۶

ناشر : ۲۳ سی وائی پیپلز کالونی گوجرانوالہ

قیمت :

پیشِ نظر کتاب ''فلسفۂ سیرت خاتم الانبیاء'' میں حضورِ اکرم ﷺ کی حیات طیبہ وسیرت مبارکہ کے مختلف گوشوں کا اُجاگر کیا گیا ہے جابجا مصنف سیرت مبارکہ سے متعلق الفاظ کے لغوی تحقیق ذکر کرتے ہیں اور یہ بتلاتے ہیں کہ ان کی اصل کیا ہے یہ کہاں سے چلے ضمناً اس کی پوری تاریخ ذکر کر دیتے ہیں موقع بموقع تاریخی واقعات ذکر کرتے ہیں اور موقع کی مناسبت سے رافضیت کی تردید بھی کرتے جاتے ہیں اس لحاظ سے کتاب پُر کشش ہے تاہم بہت سے مقامات پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور دیگر شخصیات کے ساتھ تعظیمی کلمات ذکر نہیں کیے گئے اس کا تدارک ہونا چاہیے۔

☆

نام کتاب : یادگار خطبات

ترتیب : حافظ محمد عمر صدیقی

صفحات : ۴۳۲

سائز : ۲۳×۳۶/۱۶

ناشر : مکتبہ اسلامیہ حنفیہ، بَن حافظ جی ضلع میانوالی

قیمت : ۱۸۰/-

عقیدۂ حیات النبی ﷺ شروع سے اجماعی چلا آرہا ہے، اکابر علماء دیوبند متفقہ طور پر اس عقیدہ کے حامل اور داعی رہے ہیں، بدقسمتی سے کچھ حضرات اس اجماعی عقیدہ کو متنازع بنانے کی ناکام کوششوں میں مصروف ہیں لیکن وہ اپنی کوششوں میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے (انشاء اللہ) کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایسے افراد پیدا فرمار کھے ہیں جو ان کی کاوشوں کے توڑنے کا پورا پورا ادراک رکھتے ہیں۔ زیرِ نظر تبصرہ کتاب ''یادگار خطبات'' انہی بزرگوں کی کاوشوں کا ایک نمونہ ہے اس کتاب میں مختلف علماء کے گیارہ خطبات کو جمع کیا گیا ہے جو سب ''حیاۃ النبی'' ﷺ کے مختلف گوشوں پر حاوی ہیں ان خطبات میں نبی علیہ السلام کی بعد از وفات حیات پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے اس موضوع سے تعلق رکھنے والے احباب کے لیے بالخصوص اور دیگر عوام کے لیے بالعموم یہ کتاب مفید ہے۔ کتاب میں کچھ اغلاط رہ گئی ہیں آئندہ ان کا تدارک کر دیا جائے تو بہتر ہوگا۔ (ن۔ا)

مسجد حامد کے لیے خصوصی اپیل

رائیونڈ روڈ پر زیرِ تعمیر مسجد حامد کے ہال کی چھت ڈالنے کا مرحلہ آ گیا ہے۔ لینٹر کے لیے درکار میٹریل کی تفصیل درج ذیل ہے۔ اہلِ خیر حضرات سے اس کارِ خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی گزارش ہے۔

لینٹر کا رقبہ = 9050 فٹ

سریا 18 ٹن	3,60,000.00
بجری 4800CFT	85,000.00
ریت 2400CFT	15,000.00
سیمنٹ (700 Bags)	1,75,000.00
الیکٹرک پائپ	25,000.00
دیواریں اور بیم	2,50,000.00
مزدوری	1,30,000.00
	10,40,000.00

☆☆☆

قارئین انوارِ مدینہ کی خدمت میں اپیل

ماہنامہ انوارِ مدینہ کے ممبر حضرات جن کو مستقل طور پر رسالہ ارسال کیا جا رہا ہے لیکن عرصہ سے اُن کے واجبات موصول نہیں ہوئے اُن کی خدمت میں گزارش ہے کہ انوارِ مدینہ ایک دینی رسالہ ہے جو ایک دینی ادارہ سے وابستہ ہے اس کا فائدہ طرفین کا فائدہ ہے اور اس کا نقصان طرفین کا نقصان ہے اس لیے آپ سے گزارش ہے کہ اس رسالہ کی سرپرستی فرماتے ہوئے اپنا چندہ بھی ارسال فرمادیں اور دیگر احباب کو بھی اس کی خریداری کی طرف متوجہ فرمائیں تاکہ جہاں اس سے ادارہ کو فائدہ ہو وہاں آپ کے لیے بھی صدقہ جاریہ بن سکے۔ (ادارہ)

☆☆☆